22 تا 28 مئی 2008ء/16 تا 22 جمادی الاولیٰ 1429ھ

وکلاء تحریک اور نفاذِ اسلام؟

اسلام کے سوا، تمام نظام استحصالی ہیں

قومی مفا ہمتی دائرہ محدود کیوں؟

شہر کراچی کا المیہ

ایک مردمومن سے ملاقات

اسلامی انقلاب کے لیے تنظیم

والدین کا ادب واحترام

"الدین النصیحۃ" کی شاندار مثال

امریکہ کی بدمعاشی کون روکے گا؟

دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

اگر تم انسانوں کو بدلنا چاہتے ہو...

اگر تم کہ انسان ہو، انسانوں کو بدلنا، اور ارواح وقلوب کے عوالم روحانیہ کو منقلب کر دینا چاہتے ہو، تو یاد رکھو کہ جب تک تم انسان ہو، ایسا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ انسانوں کو اس کی قدرت نہیں دی گئی۔ البتہ اگر تم اپنے اندر قوت الٰہی پیدا کرلو، اگر اپنی جماعت کے اندر اس کارفرمائے حقیقی کا ایک گھر بنالو، تمہاری صداؤں کی جگہ تمہارے اندر سے اُس کی آواز نکلنے لگے، تمہاری آنکھوں کے حلقوں سے تمہاری نظروں کی جگہ اس کی نگاہیں ہو جائیں، تو پھر تمہاری صدائے دعوت ایک سیلاب انقلاب ہوگی، جس کو دنیا کی کوئی طاقت نہ روک سکے گی۔ تمہاری زبانوں سے جو کچھ نکلے گا، وہ دلوں اور روحوں پر نقش ہو جائے گا اور پھر نہ زمین کا پانی اُسے دھو سکے گا، اور نہ آسمان کی بارش اُسے محو کر سکے گی۔ تمہاری تعلیم، بیج اور پھل دونوں اپنے ساتھ لائے گی اور تم گو چپ رہو گے، لیکن تمہاری خاموشی کی ایک ایک صدائے عمل پر کروڑوں ہستیاں اپنے دلوں کو ہتھیلیوں پر رکھ کر پیش کریں گی۔ تمہاری آنکھوں سے جب شرارے نکلیں گے تو دنیا میں کس کی آنکھ ہوگی جو اس سے دوچار ہو سکے؟ تمہاری زبانوں سے جب لسان الٰہی کی صدائے دعوت اٹھے گی، تو اللہ کی آواز کو سن کر اس کی کون سی مخلوق ہے جو لبیک نہ کہے گی؟

مولانا ابوالکلام آزادؒ

سورۃ الانعام

(آیات:123-124)

ڈاکٹراسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ۭ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٢٣﴾ وَاِذَا جَاۗءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰي نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ ۭ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ﴿١٢٤﴾﴾

"اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں بڑے بڑے مجرم پیدا کئے کہ اُن میں مکاریاں کرتے رہیں۔ اور جو مکاریاں یہ کرتے ہیں ان کا نقصان انہیں کو ہے اور (اس سے) بے خبر ہیں۔ اور جب اُن کے پاس کوئی آیت آتی تو کہتے ہیں کہ جس طرح کی رسالت اللہ کے پیغمبروں کو ملی ہے جب تک اسی طرح کی رسالت ہم کو نہ ملے ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ اس کو اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ (رسالت کا کون سا محل ہے اور) وہ اپنی پیغمبری کسے عنایت فرمائے۔ جو لوگ جرم کرتے ہیں، اُن کو اللہ کے ہاں ذلت اور عذاب شدید ہوگا، اس لئے کہ مکاریاں کرتے تھے۔"

جن وانس کے شیطان لوگوں کو سیدھی راہ پر آنے سے روکنے کے لئے کئی طرح کے حربے استعمال کرتے ہیں۔ وہ حق پرستوں کو ستاتے ہیں، روکتے ہیں، مشکل اور مشقت میں ڈالتے ہیں اور طرح طرح کے سبز باغ دکھاتے ہیں، مگر حقیقت میں یہ الحکیم کا انتظام ہے، اور یہ اس لیے ہے تاکہ جو صاحب جوہر ہیں، اُن کے جوہر کھلیں، اُن کا مضبوط کردار کھل کر نمایاں ہو جائے، اُن کی صلاحیتیں سامنے آجائیں۔ بستیوں کے یہ بڑے لوگ اپنے تئیں دوسروں کو مکروفریب میں پھنسانے کی کوشش کرتے ہیں، مگر حقیقت میں وہ سارا وبال اپنی جانوں پر لے رہے ہوتے ہیں۔ وہ دوسروں کو فریب نہیں دے رہے، بلکہ فی الاصل اپنے آپ کو فریب دے رہے ہیں۔ جب ان کی ان کارروائیوں کا نتیجہ ان کے سامنے آئے گا، تب اُن کی آنکھ کھلے گی۔ پھر ابو جہل کو معلوم ہو جائے گا کہ یاسرؓ اور سمیہؓ کے ساتھ جو سلوک اُس نے کیا تھا اُس میں کون فائدہ میں رہا اور کون نقصان میں۔ ع جب آنکھ کھلی گل کی تو موسم تھا خزاں کا مگر یہ لوگ ایسے بھولے ہوئے ہیں کہ اُن کو شعور ہی نہیں۔

اور جب ان کے پاس قرآن مجید کی کوئی آیت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ ہمارے پاس اسی کی مانند نشانیاں (معجزات) آئیں جیسا کہ پہلے رسولوں پر آتی تھیں۔ وہ حسی معجزات کا مطالبہ کر رہے تھے، مگر اللہ تعالیٰ کسی کی خواہش پوری کرنے کا پابند تو نہیں۔ وہ الحکیم ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کے لئے کون سی جگہ، کون سا محل اور کون سا مقام معین کرے۔ پہلے وقتوں کے لوگوں کے لئے وہی معجزات مناسب تھے۔ اب نوع انسانی بلوغت کو پہنچ چکی ہے۔ بلوغت کے تقاضے بچپن کے تقاضوں سے مختلف ہوتے ہیں۔ چھوٹے بچے کو کھلونے دیئے جاتے ہیں، مگر جب وہ بڑا ہو جاتا ہے تو اُسے کھیلنے کے لئے کھلونے نہیں دیئے جاتے، بلکہ اُس کو دانائی، حکمت، شعور، سلیقہ اور تمیز سکھائی جاتی ہے۔ نوع انسانی کا وہ دور طفولیت کا دور تھا۔ اس وقت اُن کا فہم اور شعور بلوغت کو نہیں پہنچا تھا، لہٰذا اُن کے لئے حسی معجزات بھی تھے۔ اب انسان مجموعی طور پر عقل و شعور کے بلوغ کو پہنچ چکا ہے تو اب وہ چیزیں نہیں دکھائی جائیں گی۔ اب ان مجرموں کے لئے اللہ کے ہاں ذلت و رسوائی ہوگی اور اُن کے لئے سخت عذاب ہوگا، اُن کی چالبازیوں کی وجہ سے جو وہ اختیار کئے ہوئے تھے۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

مریض کی عیادت

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: ((تَمَامُ عِیَادَۃِ الْمَرِیْضِ اَنْ یَّضَعَ اَحَدُکُمْ یَدَہٗ عَلٰی جَبْھَتِہٖ اَوْعَلٰی یَدِہٖ فَیَسْاَلُہٗ کَیْفَ ھُوَ وَتَمَامُ تَحِیَّاتِکُمْ بَیْنَکُمُ الْمُصَافَحَۃُ)) (رواہ الترمذی)

حضرت ابی امامہ ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مریض کی پوری عیادت یہ ہے کہ تم اپنا ہاتھ مریض کی پیشانی یا ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اس سے اس کا حال پوچھو اور پورا اسلام کرنا یہ ہے کہ سلام کے بعد تم مصافحہ بھی کرو۔"

تا خلافت کی بنا ٗ دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

شمارہ	22 تا 28 مئی 2008ء	جلد
21	16 تا 22 جمادی الاولیٰ 1429ھ	17

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد ٗ طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس ٗ ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67۔ اے علامہ اقبال روڈ ٗ گڑھی شاہو لاہور۔ 54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 250 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------------ (2000 روپے)
یورپ ٗ ایشیا ٗ افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ ٗ کینیڈا ٗ آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ ٗ منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے
سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

ایوب بیگ مرزا

وکلاء تحریک اور نفاذِ اسلام؟

سنا ہے ہم نے ڈومہ ڈولہ پر میزائل برسا کر 13 پاکستانی شہید کرنے اور درجنوں کو زخمی کرنے پر بڑی سرکار سے احتجاج کیا ہے۔ یہ خبر درست ہوگی البتہ اس بات کی تصدیق کی ضرورت ہے کہ ہم احتجاج کرتے وقت بڑی سرکار کے حضور کورنش بجالائے تھے یا نہیں۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ کرتے ہوئے امریکہ کا اپنے اتحادی ملک کی سرزمین پر یہ حملہ نمبر 38 تھا۔ اس سے پہلے سینتیس (37) حملے ہماری روشن خیال حکومت ہضم کر چکی تھی۔ کسی حملہ کو اپنے سر لے لیا اور کسی کا سرے سے انکار ہی کر دیا۔ کہتے ہیں سقوطِ بغداد کے بعد ہلاکو خان کی فوج مسلمانوں کا قتل عام کر رہی تھی۔ پانچ مسلمانوں کا ہلاکو خان کے ایک سپاہی سے آمنا سامنا ہوگیا۔ اس سپاہی نے ان سے کہا کہ تم یہیں کھڑے رہو، میرے پاس اس وقت تلوار نہیں ہے، میں اپنی تلوار لے کر آتا ہوں، پھر تمہاری گردنیں اڑا دوں گا۔ وہ پانچ مسلمان وہاں کھڑے رہے یہاں تک کہ وہ سپاہی تلوار لے کر آیا اور انہیں باری باری قتل کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایمان اور خوف یکجا نہیں ہو سکتے۔ اگر سینے میں ایمان ہوگا تو دل و دماغ سے خوف جاتا رہے گا اور اگر ایمان جاتا رہے گا تو انسان پر خوف ایسے غالب ہو جائے گا کہ اسے اپنے وجود سے بھی ڈر محسوس ہونے لگے گا۔

نائن الیون کے بعد ہم نے غلامی کا جو قلادہ چوم کر اپنے گلے میں ڈال لیا تھا' اُس کے اثرات اب ہم سر سے پاؤں تک محسوس کرنے لگے ہیں۔ 18 فروری کو عوام نے اپنے شعور کا مظاہرہ کرتے ہوئے امریکہ اور اس کے ایجنٹوں کو یکسر مسترد کر دیا تھا۔ آصف زرداری نے آغاز بہت اچھا کیا تھا۔ عوامی مینڈیٹ حاصل کرنے والی تمام جماعتوں کا ایک گرینڈ اتحاد وجود میں آ گیا اور یہ واضح طور پر اعلان کیا گیا کہ اب پالیسیاں ایک آمر نہیں بلکہ پارلیمنٹ بنائے گی اور پارلیمنٹ کی بالادستی کو سب کو قبول کرنا پڑے گا لیکن امریکہ اپنے گھڑے کی مچھلی کو سمندر میں اترنے کی اجازت کیسے دے سکتا تھا۔ امریکی وزارت خارجہ کے افسروں نے نہ صرف پاکستان میں ڈیرے جما لیے بلکہ اتحادی جماعتوں کا دبئی اور لندن میں تعاقب کیا۔ بالآخر وہ کامیاب ہوا۔ پاکستان میں متعین ان کا "وائسرائے" اپنے آقاؤں کی ہدایات پر عمل کرتا رہا۔ لہٰذا اس کی کرسی بھی بچ گئی اور ان ہاتھوں کو بھی توڑ دیا گیا' جن کے بارے میں محض شبہ ہوا تھا کہ کہیں وہ غلامی کا قلادہ گردن سے اتارنے کے لیے حرکت میں نہ آ جائیں۔ اگرچہ ہماری رائے میں ان کا یہ وہم تھا۔ بہرحال احتیاط لازم تھی جو کر لی گئی۔

امریکی سفیرہ فرماتی ہیں کہ سمجھ نہیں آتی کہ ہم پاکستان کو اتنی مالی امداد دیتے ہیں لیکن یہاں عوام میں امریکہ کے خلاف نفرت بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے۔ مادہ پرست ذہنیت کو یہ بات سمجھ آ بھی نہیں سکتی کہ زر ہو لیکن خرید نہ ہو سکے، فروخت کنندہ دستیاب نہ ہو یہ کیسے ممکن ہے۔ وہ اس انسانی منڈی میں ڈالر پیٹھ پر لاد کر دل و دماغ کی شاپنگ پر آئے ہوئے ہیں۔ وہ اس لحاظ سے تو کامیاب ہیں کہ نئے پرانے سابقہ موجودہ تمام گلے بان اُن کے ہاتھوں بک گئے کہ بکاؤ مال تھے۔ جس مالی امداد کا سفیرہ ذکر کرتی ہیں وہ گلے کو کنٹرول کرنے کے لیے وقت کے گلہ بان کو دی جاتی ہے لیکن مصیبت یہ ہے کہ روپے اور اسلحہ سے بھیڑوں کے جسم تو کسی قدر کنٹرول کر لیے جاتے ہیں، دماغ نہیں بدلے جا سکتے۔ بہرحال اس نئے دور میں وکلاء نے علمِ بغاوت بلند کیا ہے۔ ان کی اکثریت امریکی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگانے کو تیار ہے۔ سامراج بھی اپنے غنڈوں کی مدد سے ان باغیوں کو کچلنے کے لیے مونچھوں کو تاؤ دے رہا ہے۔ اخلاقی' قانونی' آئینی تقاضوں کی پابندی آزاد معاشروں میں ہوتی ہے۔ غلام معاشرہ ایسا کوئی حق نہیں رکھتا۔ ان وکلاء نے اگر پاکستان کی گردن کو غلامی کے پھندے سے نجات دلانے کی کوشش کی تو وہ انسان کہلانے کا حق بھی کھو دیں گے اور جون کی قیامت خیز گرمی میں تپتی ہوئی سڑکوں پر اُن کی خوب دھنائی ہوگی۔ آزاد عدلیہ اور ججوں کی بحالی بشمول کارکنان پی پی پی ہر پاکستانی کے دل کی آواز ہے۔ پی پی کا کارکن سوچتا ہے نئی نئی حکومت آئی ہے۔ بہت سی حسرتوں اور آرزوؤں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا ہے، رسک کیوں لوں؟ تاجر کہتا ہے، کاش جج بحال ہو جائیں اور ہم امریکہ کے شکنجے سے نکل آئیں لیکن میرے لیے تو اپنی تجوری کا بھرنا عین عبادت ہے۔ (باقی صفحہ 7 پر)

ساقی نامہ (دوسرا بند)

[بالِ جبریل]

زمانے کے انداز بدلے گئے | نیا راگ ہے، ساز بدلے گئے
ہوا اس طرح فاش رازِ فرنگ | کہ حیرت میں ہے شیشہ بازِ فرنگ!
پرانی سیاست گری خوار ہے | زمیں میر و سلطاں سے بیزار ہے!
گیا دَورِ سرمایہ داری گیا | تماشا دکھا کر مداری گیا!
گراں خواب چینی سنبھلنے لگے | ہمالہ کے چشمے اُبلنے لگے!
دلِ طورِ سینا و فاراں دو نیم | تجلّی کا پھر منتظر ہے کلیمؑ!
مسلماں ہے توحید میں گرمجوش | مگر دل ابھی تک ہے زنار پوش!

(جاری ہے)

1۔ اِس بند میں علامہ اقبال نے حالاتِ حاضرہ اور مسلمانوں کی موجودہ حالتِ زار پر تبصرہ کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ آج کا عہد انقلابی تبدیلیوں کی زد میں ہے۔ جس طرح کسی گیت کے لئے نئے راگ اور نئے سازوں سے کام لے کر موسیقار روایت سے ہٹ کر نئی دُھن ترتیب دیتا ہے، اسی طرح معاشرتی سطح پر تمام دنیا میں تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں۔ ہر جگہ انقلاب کارفرما نظر آتا ہے۔ بنی نوع انسان کے طرزِ حیات میں عظیم الشان انقلاب آ رہے ہیں۔ نئی نئی تحریکیں پیدا ہو رہی ہیں۔ ''نئے راگ'' سے جدید سیاسی اور عمرانی تحریکات مراد ہیں، مثلاً اشتمالیت، اشتراکیت، نازیت، فسطائیت وغیرہ۔

2۔ رازِ فرنگ کے فاش ہونے سے یہ مُراد ہے کہ یورپ کے ملوکانہ اور سرمایہ دارانہ نظام کی بنیادیں متزلزل ہو گئی ہیں۔ اِن تبدیلیوں کو دیکھ کر یورپ کے اہلِ دانش حیران ہیں، کہ یہ کیونکر سرعت کے ساتھ آ رہی ہیں، اور نظام ملوکیت کس طرح اُن کی زد میں آ رہا ہے۔

3۔ بدلے ہوئے حالات میں کیفیت یہ ہے کہ سیاست کے قدیم حربے ناکارہ اور ذلیل وخوار ہو کر رہ گئے ہیں اور پوری دنیا بادشاہت، ملوکیت اور آمریت سے بیزار ہو چکی ہے۔ اب کوئی بھی اِس فرسودہ نظام کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں۔

4۔ سب اِس حقیقت سے آشنا ہو چکے ہیں کہ سرمایہ داری کا استحصالی نظام اپنے منطقی انجام تک پہنچ کر ختم ہو گیا ہے۔ بالکل ایک ایسے مداری کی طرح جو تماشا دکھاتا ہے اور تماشائیوں سے اس کا معاوضہ وصول کر کے اپنی راہ لیتا ہے۔ اسی طرح سے استعماری نظام نے بھی اپنا بوریہ بستر سمیٹ لیا ہے۔

5۔ حد تو یہ ہے کہ اہلِ چین، جن کو اہلِ مغرب نے اپنے مفادات کی خاطر افیون اور منشیات کا عادی بنا دیا تھا، اسی عادتِ بد کے سبب وہ ناکارہ ہو کر رہ گئے تھے، اب وہ بھی شعوری سطح پر بیدار ہونے لگے ہیں اور اپنے حقوق کے حصول کی خاطر مغرب کے خلاف نبرد آزمائی کے لیے تیار ہو رہے ہیں۔ یہی کیفیت ہمالہ کے نواحات کی ہے۔ یعنی ہندوستان اور اس کے قریبی ممالک میں بھی استعماریت سے آزاد ہونے کی لہریں اُٹھ رہی ہیں۔

6۔ اِس شعر سے اقبال مذکورہ بالا پس منظر کے حوالے سے بڑی دل سوزی کے ساتھ ملتِ اسلامیہ کے زوال و انحطاط پر روشنی ڈالتے ہیں کہ عالمی سطح پر انقلابی تبدیلیوں کے باوجود ملت مسلمہ شعوری سطح پر عصری انقلاب کا ادراک رکھنے کے باوجود انحطاط سے دوچار ہے اور جس طرح کوہِ طور پر حضرت موسیٰؑ اور فاران کی چوٹی پر حضور سرورِ کائناتؐ نے معجزنمائی کی، آج بھی پوری ملتِ اسلامیہ اس طرح کے معجزوں کی منتظر ہے۔ خود کسی قسم کی عملی جدوجہد سے گریزاں ہے۔

7۔ ہر چند کہ مسلمان توحیدِ الٰہی کے ضمن میں بڑے جوش وخروش کا مظاہرہ کرتا ہے، لیکن غلامی کے دَور میں اس کے عقائد میں جس طرح سے ردوبدل ہُوا، آج بھی وہ اُس کو ترک کرنے پر آمادہ نہیں ہے۔ یہ کتنا بڑا المیہ ہے۔

✿✿✿✿✿

محترم ڈاکٹر اسرار احمد حفظہ اللہ کے مکمل دورۂ ترجمہ قرآن اور دروس وخطابات کے علاوہ تلاوتِ قرآن، کتب احادیث کے تراجم، میثاق، حکمت قرآن اور ندائے خلافت کے تازہ اور سابقہ شمارے، اردو و انگریزی کتب، کیسٹس، سی ڈیز اور مطبوعات کی مکمل فہرست ہماری ویب سائٹ www.tanzeem.org پر ملاحظہ کیجئے!

نوعِ انسانی کو عدل کی فراہمی کا ضامن صرف اسلام کا نظامِ عدلِ اجتماعی ہے

اسلام کے سوا

دنیا کے تمام نظام استحصالی ہیں!

مسجد دارالسلام باغ جناح، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید کے 9 مئی 2008ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیاتِ قرآنی کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

حضرات! گزشتہ جمعہ میں اسلام کے نظامِ عدل اجتماعی اور مزدوروں کے حقوق کے حوالے سے گفتگو ہوئی تھی۔ آج اُسی موضوع کو آگے بڑھائیں گے ان شاء اللہ۔ مزدوروں کے حوالے سے جو یہ کہا جاتا ہے کہ اُن کا استحصال ہو رہا ہے، یہ بات یقیناً درست ہے۔ علامہ اقبال نے بہت پہلے یہ بات کہی تھی:

تو قادر و عادل ہے مگر تیرے جہاں میں
ہیں تلخ بہت بندۂ مزدور کے اوقات

استحصال کسے کہتے ہیں؟ دوسروں کے حقوق کو غصب کرنا، کسی کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اُٹھانا۔ استحصال صرف معاشی میدان میں ہی نہیں ہوتا، بلکہ سیاسی میدان میں بھی ہوتا ہے۔ فرض کریں، ایک شخص طاقت اور ڈنڈے کے زور پر حاکم بن بیٹھتا ہے، تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عوام کے سیاسی حقوق پر ڈاکہ ڈالتا ہے، اُن کا سیاسی استحصال کرتا ہے۔ سیاسی استحصال کی بدترین شکل ملوکیت کا نظام ہے، جو ماضی میں دنیا میں رائج رہا ہے۔ اس نظام میں طے تھا کہ حکمرانی فلاں خاندان کا حق ہے، اور پھر یہ حق موروثی طور پر اُس کی اولاد کو منتقل ہوگا۔ اجتماعی اور ریاستی معاملات میں عوام کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا تھا۔ اُن کے کوئی سیاسی حقوق نہیں تھے۔ ملوک اور بادشاہوں کا معاملہ اکثر و بیشتر یہ ہوتا تھا کہ اُن سے عدل و انصاف کی توقع نہیں ہوتی تھی۔ وہ عوام کو نہ تو سیاسی حقوق دیتے تھے اور نہ ہی معاشی اعتبار سے اُن کے لیے کوئی منصفانہ قانون وضع کرتے تھے۔ وہ جب چاہتے ظالمانہ ٹیکس لگا دیتے، لگان لگا دیتے، اور جب چاہتے اُن کے اہلکار کسان کی محنت کا پھل اٹھا کر لے جاتے۔ ملوکیت اور بادشاہت کے نظام کی دوسری صورت جاگیرداری نظام تھا۔ حکومت جاگیرداروں کا حق ہوتا تھا۔ یہ جاگیردار اپنے اپنے علاقے کے بادشاہ ہوتے تھے۔ عوام سیاسی معاشی اور سماجی لحاظ سے حقوق سے محروم ہوتے۔ الغرض یہ نظام عدل وانصاف سے یکسر عاری تھا۔

موجودہ دور میں سرمایہ دارانہ نظام رائج ہے۔ اس نظام میں بظاہر ایسا دکھائی دیتا ہے کہ فرد کو آزادی حاصل ہے کہ وہ محنت کرے، اپنی مرضی سے کمائے اور جیسے چاہے خرچ کرے، مگر حقیقت کے اعتبار سے یہ آزادی نہیں، بدترین استحصال کا ذریعہ ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام سود کے بل پر قائم ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ دولت کا ارتکاز ایک طبقے میں ہو کر رہ گیا ہے۔ ایک محدود اقلیت ملکی وسائل پر قابض ہے، اور لوگوں کی عظیم اکثریت کا حال یہ ہے کہ وہ ان وسائل سے محروم ہیں اور محروم سے محروم تر ہوتے چلے جا رہے ہیں جبکہ قبضہ مافیا امیر سے امیر تر ہو رہا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کی چکی آٹا تو پیستی ہے، مگر سارا آٹا ایک طرف پھینک دیتی ہے، دوسری طرف والے اِس سے محروم رہتے ہیں۔ یہ بدترین استحصالی نظام ہے۔ اسی لیے اسلام نے دولت سے مزید دولت کمانے کے لیے سود کو اختیار کرنے کو حرام قرار دیا ہے تاکہ ارتکازِ دولت کسی ایک طبقے میں نہ ہو۔ یہی نہیں، اسلام نے کمانے اور خرچ کرنے کی بے قید آزادی پر بھی قدغنیں لگائی ہیں، تاکہ معاشرہ معاشی اور سماجی اعتبار سے تباہی کا شکار نہ ہو۔ اُس نے بتا دیا کہ فلاں فلاں ذریعے سے تم نہیں کما سکتے۔ تم اپنے سرمایے سے شراب خانہ نہیں کھول سکتے، نیٹ کیفے لگانے کی بھی تمہیں اجازت نہیں ہے کہ اِس سے بچوں کے اخلاق و کردار کو بگاڑو۔

> **موجودہ جمہوری نظام میں سرمایہ دار ہی الیکشن لڑ سکتے اور حکومت میں آسکتے ہیں۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ جمہوریت فی الحقیقت سرمایہ داروں کی آمریت ہے**

سرمایہ دارانہ نظام کی ایک اور قباحت یہ ہے کہ اس میں سرمایہ دار عوام کو فریب خوردہ کر دیتا ہے۔ یہ مکڑی کا جال ہے جس میں عوام کو پھانس دیا جاتا ہے۔ فریب کیسے دیا جاتا ہے؟ اس کی ایک مثال قسطوں پر اشیاء کی فراہمی ہے۔ فرض کریں، آپ کی جیب آپ کو اجازت نہیں دے رہی ہے کہ آپ ایک چیز خرید لیں، تو اب آپ وہ چیز قسطوں پر خرید لیں۔ قسطوں پر مکان لے لیں، گاڑی لے لیں، فریج لے لیں۔ شروع شروع میں بظاہر یہ طریق کار بڑا سہل دکھائی دیتا ہے۔ آپ سمجھتے ہیں کہ اپنی ماہانہ آمدنی میں سے ہر ماہ قسط ادا کر دیں گے۔ لیکن بالعموم اس بات کی طرف آپ کا دھیان نہیں ہوتا کہ وقت کے ساتھ ساتھ مہنگائی بھی بڑھ رہی ہے، پھر یہ کہ غیر متوقع اخراجات بھی آ جاتے ہیں، جس کے سبب قسطوں کی ادائیگی کافی مشکل ہو جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سود در سود کی وجہ سے یہ رقم بڑھنا شروع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ آپ سالہا سال تک ایک فریج کی قسطیں ادا کرتے ہیں، مگر وہ آپ کی ملکیت نہیں ہوتا، حالانکہ آپ اس کی اصل قیمت سے پانچ گنا ادا کر چکے ہوتے ہیں۔ دوسرا نقصان یہ ہوتا ہے کہ جب آپ اپنی آمدنی کے مطابق خرچ نہیں کرتے تو پھر آپ کو اضافی بھاگ دوڑ کرنا پڑتی ہے۔ اپنی بیوی کو کام پر لگانا پڑتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں لوگ بالعموم کرپشن کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ آخر قسطیں تو ادا کرنی ہیں، وہ کیسے کریں۔ کریڈٹ کارڈ بھی فریب کا ایک ذریعہ ہے، بظاہر تو یہ ایک سہولت دکھائی دیتی ہے کہ آپ کے پاس پیسے نہیں ہیں تو بھی آپ خرچ کریں، بعد میں بینک کو ادا کر دیں گے۔ یہ بینک کا آپ کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کا معاملہ لگتا ہے، لیکن جن لوگوں کو اس

کا تجربہ ہوا ہے، وہ خوب جانتے ہیں کہ اس "ہمدردی" کا نتیجہ کچھ ہی عرصے بعد تباہ کن نکلتا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام سرمایے کا تحفظ کرتا ہے۔ امریکہ میں یہ سسٹم ہے کہ بنک کرپٹ ہونے کی صورت میں ایک شخص کو جن اداروں کا سود، قسطیں اور قرض دینا ہوتا ہے، وہ سارا حکومت ادا کرتی ہے۔ بظاہر یہ سرمایہ دارانہ نظام کا تحفظ ہے، حقیقت میں یہ عوام کا استحصال ہے، اس لئے جب یہ سود، قسطیں اور قرض حکومت ادا کرتی ہے، تو لامحالہ سرکاری خزانے پر بوجھ پڑتا ہے، جس کو سہارنے کے لیے حکومت عوام پر مزید ٹیکس لگاتی ہے اور اِس طرح عوام ظلم کی چکی میں پستے رہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ بدترین استحصالی نظام ہے، جس میں سب سے زیادہ استحصال عام آدمی، محنت کش اور مزدور کا ہوتا ہے۔ پھر یہ بات بھی واضح ہے کہ سودی سرمایہ دارانہ نظام جس قدر آگے بڑھتا ہے، بے روزگاری میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اور جب بے روزگاری بڑھتی ہے، تو غریب عوام کے استحصال کے مزید دروازے بھی کھلتے چلے جاتے ہیں۔ اِس صورت میں سرمایہ دار دوسروں کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک آدمی اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے۔ اُس کے پاس ڈگریاں ہیں، مگر بے روزگار ہے۔ اُس کو ایک معمولی جاب بھی مل جائے گی تو قبول کرے گا۔ اُس کی تنخواہ بیس ہزار ہونی چاہیے، مگر اُس کی مجبوری دیکھتے ہوئے آپ اُسے پانچ ہزار روپے ماہانہ دیں گے تو بھی وہ اُس پر آمادہ ہو جائے گا، کیونکہ یہ اُس کی مجبوری ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام کی ایک اور قباحت اور شناعت دیکھئے۔ ہمارے ملک میں ایک طرف مراعات یافتہ طبقہ ہے، جس کے پاس بڑی بڑی جاگیریں، جائیدادیں اور مربعے ہیں۔ تمام ریاستی وسائل اُس کے ہاتھ میں ہیں۔ دوسری طرف یہ نظام عوام کی بنیادی ضروریات زندگی کی فراہمی کا بھی ذمہ دار نہیں ہے۔ اِس زمین پر آپ کا یہ حق نہیں ہے کہ آپ کو پانچ مرلے کا مکان ہی حکومت کی طرف سے ملے۔ آپ یہاں پیدا ہو گئے ہیں، لیکن آپ کو یہاں سر چھپانے کو جگہ نہیں ملے گی۔ لاہور یا دوسرے شہروں میں ایک سفید پوش آدمی اپنی جائز آمدنی سے آج پانچ مرلے کا پلاٹ نہیں خرید سکتا۔ ظاہر ہے کہ وہ اپنی محدود آمدنی سے ماہانہ اخراجات پورے نہیں کر سکتا، گھر کے لئے پلاٹ کیونکر خریدے گا۔ اِسی طرح اُس کے بچوں کی تعلیم کی ذمہ داری بھی حکومت پر نہیں ہے۔ اُن کے علاج معالجے کی بھی حکومت ذمہ دار نہیں۔ پھر یہ کہ اشیائے خورد و نوش اور اشیائے صرف کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔

لوگ خودکشیاں کر رہے ہیں، مگر اس غلیظ نظام کے محافظ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ اِس نظام میں عدل و انصاف سے بھی عوام یکسر محروم ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے جرائم بڑھ رہے ہیں۔ معمولی معمولی باتوں پر قتل ہو رہے ہیں۔ ڈکیتیاں ہو رہی ہیں۔ نوجوان نسل جنسی بے راہ روی کا شکار ہو رہی ہیں۔ آئے روز جنسی زیادتی کے دلدوز اور حیا سوز واقعات اخبارات میں رپورٹ ہوتے ہیں۔ کسی معصوم بچی کو جنسی ہوس کا نشانہ بنا کر قتل کر دیا جاتا ہے۔ اِس کا ذمہ دار اور قصوروار پورا معاشرہ ہے، جس نے اِس نظام سے سازگاری اختیار کر رکھی ہے، حالانکہ اصل اور بنیادی بات یہ ہے کہ لوگ اِس سڑاند زدہ اور متعفن نظام کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں، جو خودکشیوں، استحصال اور جنسی انارکی کے مواقع پیدا کرتا ہے۔

جمہوری نظام کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ عوام کو سیاسی حقوق دیتا ہے، بنظر غائر دیکھا جائے تو یہ استحصالی نظام ہے۔ بقول اقبال:

دیو استبداد ہے جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے کہ آزادی کی ہے نیلم پری

آج کی دنیا میں جو جمہوری نظام چل رہا ہے، اس میں سرمایے کے بغیر الیکشن لڑنے کا سوچا بھی نہیں جا سکتا۔

پریس ریلیز — 16 مئی 2008ء

عدلیہ کی بحالی کے لیے وکلاء تحریک پاکستان میں امریکی ایجنڈے کی تکمیل اور پاکستان کو عملاً امریکہ کا غلام بنا دینے کا راستہ روکنے کی کوشش ہے

آج کا اصل منکر وہ باطل نظام ہے جو شیطانی قوتوں نے دنیا پر مسلط کر رکھا ہے

حافظ عاکف سعید

پاکستان کی سالمیت، قومی وقار اور عدلیہ کو آٹھ سالہ آمریت نے داؤ پر لگا دیا ہے۔ الیکشن کے بعد امریکی رویے سے یہ واضح ہو گیا ہے کہ صدر مشرف پاکستان میں امریکی ایجنڈے کی تکمیل کے لیے وائسرائے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں خطاب جمعہ کے اختتام پر کیا۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ یہودی مفادات کا محافظ ہے۔ اس کا اصل ٹارگٹ پاکستان کو کمزور کر کے ایٹمی صلاحیت سے محروم کرنا ہے، تاکہ اسرائیل کو اپنے عالمی ایجنڈے کی تکمیل میں کسی خطرے کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ انہوں نے کہا کہ عالم کفر نے اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے بھی ذلیل و رسوا کیوں ہیں۔ دشمن کے مقابلے میں ہماری دعائیں قبول نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بحیثیت امت ہم پر اللہ نے اقامت دین اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی جو ذمہ داری ڈالی ہے اسے ہم نے پورا نہیں کیا۔ انہوں نے کہا کہ آج کا اصل منکر وہ باطل نظام ہے جو شیطانی قوتوں نے دنیا پر مسلط کر رکھا ہے۔ ہمیں اللہ کی مدد اپنے ساتھ لینے کے لیے اس باطل نظام کو اکھاڑنے اور اللہ کے دین کو قائم کرنا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ وطن عزیز میں قومی سطح پر عدلیہ کی بحالی کے لیے وکلاء کی جو تحریک شروع ہوئی ہے وہ قابل تحسین ہے، اس سے قوم میں بیداری کے آثار پیدا ہوئے ہیں۔ یہ تحریک قومی سطح کے ایک بڑے منکر کے خلاف ہے۔ صدر مشرف کے ذریعے پاکستان میں امریکی ایجنڈے کی تکمیل اور پاکستان کو عملاً امریکہ کا غلام بنا دینے کا جو عمل شروع ہوا تھا، وکلاء کی تحریک دراصل اس کے آگے بند باندھنے کی کوشش ہے۔ یہ پاکستان کی بقا کا معاملہ ہے۔ لہٰذا ہم اس کی بھرپور اخلاقی تائید کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو کامیابی سے ہمکنار کرے اور اِس امر کی توفیق بھی دے کہ وہ پاکستان میں دین حق کے قیام کے لیے بھی قربانیاں دیں تاکہ ملک کو حقیقی عدل و انصاف میسر آسکے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

سرمایہ دار ہی الیکشن لڑ سکتے اور حکومت میں آ سکتے ہیں۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ جمہوریت فی الحقیقت سرمایہ داروں کی آمریت ہے۔ امریکہ جیسے ملک میں جو جمہوریت کا چیمپئن ہے، حال یہ ہے کہ وہی لوگ الیکشن میں کامیاب ہوتے ہیں جن کی پشت پر کثیر سرمایہ کی حامل یہودی لابی ہوتی ہے۔ یہودی امریکہ میں تعداد میں کم ہیں، مگر اپنے سرمایے کے بل بوتے پر اپنے من پسند امیدواروں کو کامیاب کراتے ہیں۔ یہ لابی میڈیا کے ذریعے عوام کی رائے پر اثر ڈالتی ہے۔ میڈیا پر اُن کا کنٹرول ہے، اور اِس کے ذریعے وہ عوام کی رائے کو ایک خاص سمت میں لے جاتے ہیں۔ جس شخص کو چاہتے دنیا کا بدترین شخص بنا دیتے ہیں، اور جسے چاہتے پاپولر بنا دیتے ہیں۔ یہ سارا اختیار یہودی سرمایہ دار کے پاس ہے۔ اِس لیے تو جمہوری نظام کو اقبال نے چنگیزیت قرار دیا۔ کہتے ہیں۔

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر

اِس نظام میں سرمایہ دار کالم نگاروں اور صحافیوں کو خرید کر اُن سے اپنی مرضی کے مضامین لکھوا سکتا ہے تاکہ لوگوں کو واقعات وحقائق کی غلط تصویر دکھائے۔ اِس کی ایک نمایاں مثال نائن الیون کا ڈرامہ ہے۔ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ اِس حادثے کے وقت جب کہ ابھی عمارتوں سے ابھی دھواں نکل رہا تھا، یہودیوں کے کنٹرولڈ میڈیا نے منظم سازش کے تحت اپنی توپوں کا رُخ افغانستان اور اسامہ بن لادن کی طرف موڑ دیا، اور بغیر ثبوت کے انہیں اِس کا موردِ الزام ٹھہرا لیا، حالانکہ آج تک یہ بات ثابت نہیں ہو سکی کہ اِس میں اسامہ بن لادن ملوث تھے۔ تکنیکی اور فنی وجوہات سے بھی اِس کی تردید ہوتی ہے۔ دراصل اِس ڈرامے میں امریکی حکومت اور یہودی لابی ملوث تھی۔ اُس کے بغیر یہ کارروائی ممکن ہی نہیں تھی۔

اِس نظام میں خواتین کو بظاہر آزادیٔ نسواں اور خواتین کے حقوق کے پرفریب نعرے دیئے گئے ہیں، لیکن حقیقت میں عورت بدترین استحصال کا شکار ہے۔ آزادی کے نعرے کے تحت اُس کی تذلیل ہو رہی ہے۔ وہ عورت کہ جس کی سب سے قیمتی متاع حیا ہے، جس میں اُس کا حسن پوشیدہ ہے، اُس سے حیا کی دولت چھنی جا رہی ہے۔ مقابلہ حسن ہو رہا ہے۔ اُس کے لیے نئے نئے معیارات متعین ہو رہے ہیں جس میں عورت کے شرف کی توہین کی جاتی ہے۔ یہ عورت کی تذلیل کی انتہا ہے۔ کہتے ہیں جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ عجیب بات یہ ہے، عورت کے کپڑے اتروا کر، اُسے لباسِ حیا سے محروم کر کے اُس کے ذہن میں یہ بات ڈالی جا رہی ہے کہ وہ ترقی کر رہی ہے۔ دوسری طرف عورت کے ساتھ ناانصافی کا بہت بڑا مظہر یہ بھی ہے کہ اُس پر گھریلو اور خانگی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ ملازمت کا بوجھ بھی ڈال دیا گیا ہے۔ دراصل یہ فکر وخیال بھی استحصالی نظام کا کرشمہ ہے کہ گھر کا معاشی نظام چلانا مرد کے بس کی بات نہیں، بلکہ اِس کے لیے عورت کو بھی میدان میں آنا ہوگا۔

دنیا کے استحصالی نظاموں کے برعکس اسلام نے استحصال کی ہر قسم کا خاتمہ کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں جو تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا اُس میں تمام کمزور، محروم اور نادار طبقات کے حقوق کا تحفظ کیا گیا۔ آپؐ نے اِس خطبہ میں غلاموں اور کمزوروں کے حقوق پر زور دیا۔ عورتوں کے حقوق کی ادائیگی اور اُن کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کی اور واضح فرما دیا کہ ہر انسان کی جان، مال اور عزت وآبرو محترم ہے۔ کسی شخص کو حق نہیں کہ دوسرے کے حقوق غصب کرے، دوسرے کے ساتھ زیادتی کرے۔ یہ خطبہؑ دراصل حقوق انسانی کا وہ اعلیٰ ترین چارٹر ہے جو آپؐ نے نوعِ انسانی کے سامنے پیش فرمایا۔ اگر انسانیت استحصال اور ظلم کی ہر شکل سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہے، تو یہ اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کے سوا کہیں ممکن نہیں۔ (جاری ہے)

بقیہ: کالم آف دی ویک

کیا یہ سب کچھ ہم نے اپنی قیادت کو جہیز میں دینے کے لئے بنایا ہے؟ اللہ کی قسم، جب تک ہم مسلمان غلامی کی زندگی بسر کرتے رہیں گے، ہماری قبریں اسی طرح بنتی رہیں گی، ہمارے شہروں پر اسی طرح حملے ہوتے رہیں گے۔ ہمارے مردوں، عورتوں اور بچوں کو اسی طرح نشانہ بنایا جاتا رہے گا۔ اس لئے آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس واقعے پر خاموش ہو کے نہ بیٹھ جائیں۔ چودہ کروڑ عوام اپنے گھروں سے نکلیں اور حکمرانوں کو اس بات پر مجبور کر دیں کہ امریکہ سے بدلہ لو یا اس سے سفارتی تعلقات منقطع کر دو۔ اگر ایسا نہیں کر سکتے تو اقتدار چھوڑ دو۔ کہتے ہیں ظلم پر خاموش ہو جانا بڑا ظلم ہے۔ امریکہ کے خلاف آواز اٹھانا دراصل دہشت گردی اور غنڈہ گردی کے خلاف آواز اٹھانا ہے۔ اگر امریکہ کی بدمعاشی روکنے میں کسی کی جان چلی جائے تو اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے؟ شہادت کی موت ہی تو اصل زندگی ہے۔ اگر آج ہم خاموش ہو کر بیٹھ گئے تو ہمیں امریکہ اور اس کے پٹھوؤں سے کبھی آزادی نہیں ملے گی۔ آج امریکہ کہتا ہے فلاں فلاں جج ہمیں، پسند نہیں ان کو ہٹا دو۔ ہمارے حکمران فوراً انہیں ہٹا دیتے ہیں۔ امریکہ کہتا ہے فلاں مسجد اور فلاں مدرسہ گرا دو، ہمارے حکمران فوراً ٹینک اور توپیں لے کر مسجد اور مدرسوں پر چڑھ دوڑتے ہیں۔ یہ کیسی آزادی ہے کہ امریکہ کی مرضی کے خلاف ہمارے حکمران کپڑے بھی تبدیل نہیں کر سکتے۔ اس سے زیادہ آزادی تو پالتو جانوروں کی ہوتی ہے لیکن تمام تر تابعداری اور فرمانبرداری کے باوجود امریکہ ہمارے حکمرانوں کو اتنی آزادی دینے کو بھی تیار نہیں۔ آج ہمیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ اگر ہم ایک آزاد، خود مختار اور غیرت مند قوم بن کے جینا چاہتے ہیں تو ہمیں امریکہ اور اس کے وفادار غلاموں سے آزادی حاصل کرنے کے لئے جنگ لڑنا ہوگی۔ اس کے بغیر ہم کبھی عزت کی زندگی نہیں جی سکتے۔ (بشکریہ روزنامہ "جناح")

بقیہ: اداریہ

میں تو ملک کی معیشت کو مضبوط کر کے قومی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہا ہوں۔ مولوی سوچتا ہے مجھے دو رکعت نماز پڑھانی ہے۔ میرا عدل اور آزادی سے کیا تعلق۔ ہاں میں ججوں کی بحالی کے لیے اپنے حجرے میں دعا ضرور مانگوں گا۔

سوال یہ ہے کہ کیا واقعتاً عدلیہ کی آزادی اور ججوں کی بحالی سے عوامی مسائل حل ہوں گے۔ ہم امریکہ کی غلامی سے نجات حاصل کر لیں گے۔ کیا یہ سچ ہے کہ وکلاء کی تحریک کی کامیابی درحقیقت آزاد پاکستان کی نئی پیدائش ہوگی۔ انتخابات کے ذریعے اسلامی نظام کے لیے کوشاں مذہبی سیاسی جماعتیں اور غیر انتخابی جماعتیں دونوں کے لیے یہ سوال انتہائی اہم اور قابل غور ہے کہ وکلاء کی تحریک ہمیں جس آزاد پاکستان کی راہ دکھائے گی اس میں نفاذِ اسلام کی منزل کا پالینا نسبتاً آسان ہو گا یا مشکل۔ ان تمام معاملات پر بڑی باریک بینی سے غور کرنے کے بعد اگر اس نتیجہ پر پہنچا جائے کہ وکلاء کی تحریک کی کامیابی نفاذِ اسلام کی منزل حاصل کرنے کے لیے پہلے پڑاؤ کی حیثیت رکھتی ہے تو اسلامی جماعتوں کو وکلاء کی تحریک میں بھرپور حصہ لینا چاہیے لیکن اگر یہ فیصلہ بھی ہو کہ وکلاء کی تحریک کی کامیابی کے باوجود پاکستان میں نفاذِ اسلام کی کوششوں کو کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچ سکتا، اس لیے کہ وکلاء کی اچھی خاصی تعداد سیکولرازم کی قائل ہے، تب بھی ان کی کامیابی کے لیے دعا کرنی چاہیے کہ عدل اسلام کا کیچ ورڈ ہے اور ہمیں وکلاء کے خلوص پر شک کرنے کا کوئی حق نہیں۔

قومی مفاہمتی دائرہ محدود کیوں؟

ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ
بانی تنظیم اسلامی

مملکت خداداد پاکستان کے قیام کو ساٹھ سال ہو گئے مگر یہ ملک بدقسمتی سے ہمیشہ نئے نئے گردابوں اور بحرانوں میں گھرا رہا ہے۔ اس خطہ ارضی کو نہ تو کبھی معاشی طور پر خود کفالت حاصل ہو سکی، نہ ہی معاشرتی سطح پر سکون اور نہ ہی سیاسی سطح پر استحکام نصیب ہو سکا۔ یہی وجہ ہے کہ عالمی سیاسی پنڈت اسے Faild State قرار دینے پر کمربستہ ہیں۔ جبکہ دوسری جانب اندرونی سطح پر نت نئے تجربے کیے جانے کا عمل مسلسل جاری و ساری ہے۔ اندرونی سطح پر ہونے والے تجربات کے نتائج ہمیشہ ہی الٹ نکلے ہیں اور اس کی وجہ ہمارے لیڈروں کے قول و فعل کا تضاد ہے مثلاً جمہوریت کا راگ الاپنے والوں نے کبھی خود جمہوریت نوازی کا ثبوت نہیں دیا جبکہ دوسری جانب اقتدار پر ''نجات دہندہ'' بن کر شب خون مارنے والوں نے قوم کو نجات دلانے کی بجائے عذاب ہی دیا ہے اور اس کھیل کے نتیجے میں 14 اگست 1948ء کو قائم ہونے والا ملک 16 دسمبر 1971ء کو دولخت ہو گیا۔ اتنے بڑے سانحے سے ہم کوئی سبق سیکھتے مگر ہمارا چلن وہی ہے اور ملک ایک مرتبہ پھر بہت بڑے بحران سے دوچار ہے۔

موجودہ حالات میں بحران کا حل جنوبی افریقہ کی طرز پر ''قومی مفاہمت'' کے عمل کو قرار دیا گیا۔ جنوبی افریقہ میں نیلسن منڈیلا نے سفید اور سیاہ فام عوام میں رنگ و نسل کی بنیاد پر قائم نفرتوں کی دیواروں کو ڈھانے کے لیے ایک اصطلاح Truth Reconcilition (سچی مفاہمت) وضع کی اور اس کے لیے ایک کمیشن تشکیل دیا جس کے روبرو ہر شخص نے رضا کارانہ طور پر پیش ہو کر اپنی زیادتیوں اور گناہوں کا اعتراف کیا اور اس کمیشن کے سامنے پیش ہونے والوں کی احساس گناہ سے ہچکیاں بندھ گئیں اور دوسری جانب مظلوموں نے اپنے ساتھ روا رکھے جانے والے مظالم کا تذکرہ کر کے اپنے بوجھل دلوں کو ہلکا کیا اور یوں رنگ و نسل کی نفرتوں میں گھرا ہوا جنوبی افریقہ کا معاشرہ اپنے ماضی کی تلخیوں کو بھلا کر روشن مستقبل کی راہ پر گامزن ہو گیا۔ ہمارے ہاں بھی اسی مثال کو سامنے رکھتے ہوئے ماضی کی سیاسی تلخیوں کو بھلانے کے عمل کا آغاز کیا گیا ہے، مگر اس کا دائرہ کار بہت محدود ہے، مثلاً پیپلز پارٹی کے قائدین کے تمام مقدمات کو واپس لے لیا گیا ہے اور یہ مقدمات اندرون اور بیرون ملک بھی تھے جبکہ دوسری جانب اس مفاہمتی عمل کا سب سے بڑا فائدہ متحدہ قومی موومنٹ کو حاصل ہوا ہے۔ ان کے علاوہ دوسری سیاسی جماعتوں، بیوروکریٹس اور فوجی افسران نے بھی اس مفاہمتی عمل سے چشمہ لے کر اپنے آپ کو ''پاک'' کروایا ہے۔

حیران کن سوال ہے کہ اس مفاہمتی عمل سے قبائلی اور بلوچی علاقوں کے عسکریت پسندوں کو کیوں دور رکھا جا رہا ہے۔ نئی حکومت نے اقتدار میں آنے کے بعد جب قبائلی عسکریت پسندوں سے مذاکرات کا عندیہ دیا تو جواب میں قبائلی عسکریت پسندوں کی جانب سے مثبت ردعمل دیکھنے میں آیا اور انھوں نے اپنی تمام کارروائیوں کو روک کر حکومت کی جانب تعاون کا ہاتھ بڑھایا اور ثابت کر دیا کہ ان کے کوئی مذموم مقاصد نہیں، ان کا ردعمل مشرف حکومت کی پالیسیوں کے خلاف ہے جو صد فیصد امریکہ نواز ہیں اور خودکش حملوں کی وجہ بھی امریکہ کے قبائلی علاقوں پر حملے تھے، جن کا الزام ہماری حکومت امریکی پریشر کی وجہ سے اپنے سر لے لیتی ہے۔ ماضی میں بھی قبائلی قائدین نے حکومت سے متعدد امن مذاکرات کیے مگر ہر بار افغان سرحد سے آنے والے امریکی میزائلوں نے اُسے ختم کر دیا۔ اگر قومی مفاہمتی عمل میں ماضی کے ''سیکورٹی رسک'' میاں نواز شریف، بے نظیر بھٹو اور آصف زرداری کو معاف کیا جا سکتا ہے تو قبائلی عسکریت پسندوں اور مقامی طالبان کو معاف کیوں نہیں کیا جا سکتا۔ کیا وہ ہمارے ملک کے شہری نہیں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ قبائلیوں نے ہمیشہ پاکستان سے وفاداری کی ہے مگر اس کے باوجود ان کے وجود کو شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ایسا ہی معاملہ بلوچ قبائلیوں کا ہے۔ جن کے اندر عسکریت پسندی کے جراثیم کو ان کے علاقے کی ناگفتہ بہ حالت اور قومی وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم نے جنم دیا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ان سے مذاکرات کرتے اس کے برعکس ہم نے آمرانہ لہجہ اختیار کیا اور دھمکی دی کہ ''اب 1971ء نہیں ہے، ان کو پتہ بھی نہیں چلے گا کہ گولی کہاں سے آئی ہے'' اور پھر ایسا ہی ہوا کہ غار میں اکبر بگٹی اور ان کے ساتھیوں کو میزائل مار کر ختم کر دیا گیا۔ وہ دن اور آج کا دن بلوچستان راکھ میں چھپا ہوا انگارا بنا ہوا ہے۔ قبائلی علاقوں اور بلوچستان میں فوجی آپریشنز سے آج تک کوئی بھلا نہیں ہوا بلکہ بہ نظر غائر دیکھا جائے تو ان علاقوں میں فوجی آپریشنز نے پورے ملک کو انگار وادی بنا رکھا ہے۔ امید تھی کہ نئی کولیشن حکومت مشرف حکومت کی غلطیوں کو دہرانے کی فاش غلطی نہیں کرے گی اور وزیرستان اور بلوچستان کے قبائل سے مذاکرات کرے گی اور وزیراعظم نے اپنی افتتاحی تقریر میں مذاکرات کا تذکرہ بھی کیا مگر نجانے پھر کیوں مذاکرات کے عمل سے پیچھے ہٹ گئی اور صورت حال پھر ایک مرتبہ پہلے والی پوزیشن پر چلی گئی ہے۔ اگر سیاستدانوں کے ''گناہوں'' سے صرف نظر کیا جا سکتا ہے۔ 21 مئی 2007ء اور 9 اپریل 2008ء کو کراچی میں ہونے والی قتل و غارت کے واقعات بھلایا جا سکتا ہے تو پھر قبائلیوں کی جانب دوستی کا ہاتھ کیوں نہیں بڑھایا جا سکتا۔

پیپلز پارٹی اور اس کی اتحادی جماعتیں جمہوریت کی چیمپئن ہونے کی دعویدار ہیں مگر ان میں جرأت نہیں کہ وہ عوامی رائے کا احترام کریں۔ مثلاً 18 فروری کو ہونے والے انتخابات میں قوم کی اکثریت نے مشرف کی پالیسیوں اور ان کی باقیات کو مسترد کر دیا ہے مگر اس کے باوجود پیپلز پارٹی اور ان کے اتحادی انھیں پالیسیوں اور اور باقیات کے ساتھ حکومت چلانا چاہتے ہیں اور ستم ظریفی تو یہ ہے کہ اتحاد کی سب سے بڑی جماعت پیپلز پارٹی صدر پرویز مشرف کے ساتھ تعلقات کو بھی قومی مفاہمت کا عمل ہی سمجھتی ہے اور ان کے ساتھ تعلقات کو بہتر بنانا چاہتی ہے۔

شہر کراچی کا المیہ

نذیر یٰسین

ایک وقت تھا جب کراچی کو عروس البلاد کہا جاتا تھا مگر جنرل ضیاء الحق کے آمرانہ دور سے لے کر آج تک یہ المیوں کا شہر بنا ہوا ہے۔ ان المیوں میں 12 مئی 2007ء کے المیہ کو کچھ زیادہ ہی شہرت حاصل ہوگئی ہے حتیٰ کہ بہت سی سیاسی جماعتوں نے اسے یوم سیاہ قرار دے کر اس کی برسی کا اہتمام بھی کیا ہے۔ 12 مئی کو بطور یوم سیاہ منانا بظاہر ایک اندوہناک واقعہ کی یاد تازہ کرنا اور اس روز ہونے والی غنڈہ گردی و دہشت گردی کے خلاف اظہار نفرت کرنا ہے، تاہم ایک دوسرے لحاظ سے اس عمل کو مندمل ہوتے ہوئے زخموں پر نمک پاشی کرنے کے مترادف اور ایم کیو ایم جیسی منظم و موثر قوت کو چڑانے، مزید اشتعال دلانے، دوسروں سے کٹا ہوا اور خود کو تنہا خیال کرنے کا ایک ذریعہ بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔ کہیں پاکستانی قوم جانے انجانے طور پر ایک نئی بین الاقوامی سازش کا شکار تو نہیں ہو رہی ہے؟ بہت سے تجزیہ نگاروں کے خیال میں پاکستان اس وقت 1970ء کے سے حالات سے گزر رہا ہے۔ 1970ء کے انتخابات کو بھی منصفانہ و شفاف قرار دیا گیا تھا تو 18 فروری 2008ء کے انتخابات کو بھی صاف و شفاف قرار دیا گیا ہے۔ اُن انتخابات میں پیپلز پارٹی مغربی پاکستان میں واحد اکثریتی پارٹی کے طور پر سامنے آئی تھی تو مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ نے کلین سویپ کیا تھا۔ اُس وقت بھی ہمارے اوپر ایک آمر مسلط تھا، جو ہر قیمت پر اپنی کرسی کا تحفظ چاہتا تھا تو اس وقت بھی پرویز مشرف اپنا اقتدار بچانے کے لئے کسی بھی حد تک جانے پر تیار دکھائی دیتے ہیں۔ اُس وقت بھی ہم امریکا کے ایک بڑے اتحادی تھے تو آج ہم پہلے سے بھی زیادہ اُس کے گھڑے کی مچھلی بنے ہوئے ہیں۔ اُس وقت بھی ہمارا ہمسایہ ملک جسے پاکستان کا ازلی دشمن بھی کہا جاتا ہے، کسی موقع کی تاک میں تھا تو آج بھی وہ پاکستان کے حالات بگڑنے پر اپنا کردار ادا کرنے کے لئے تیار بیٹھا ہے۔ اُس وقت بھی ہماری سیاسی قوتیں ذاتی مفادات کو قومی مفادات پر ترجیح دے رہی تھیں تو آج بھی یہی منظر ہمارے سامنے ہے اور این آر او کے بدنام زمانہ قانون کو جسے "تحفظ کرپشن" قانون کا نام بھی دیا جاچکا ہے، معزول عدلیہ کے قومی اہمیت کے مسئلہ پر ترجیح دی جارہی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے اپنی تاریخ سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔ لہٰذا تاریخ ایک بار پھر اپنے آپ کو دہرانے جارہی ہے۔ انتخابات سے پہلے اور بعد صوبہ سندھ بالخصوص کراچی کا پس منظر و پیش منظر انہی تلخ حقائق کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

1988ء کے الیکشن سے لے کر آج تک صوبہ سندھ سیاسی لحاظ سے دو مراکز میں تبدیل ہوچکا ہے۔ شہری سندھ بالخصوص کراچی و حیدرآباد میں ایم کیو ایم کو غلبہ حاصل رہا ہے تو دیہی سندھ کو پیپلز پارٹی کا گڑھ کہا جاسکتا ہے۔ صوبائی اسمبلی میں اکثریت کے باوجود کراچی شہر کی اہمیت کے پیشِ نظر ہر حکومت ایم کیو ایم کے تعاون کی محتاج رہی ہے کہ یہاں لاقانونیت کے مسئلہ کو اس جماعت کے تعاون کے بغیر حل کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ چونکہ کراچی کی لاقانونیت کو بالعموم ایم کیو ایم سے وابستہ لوگوں سے ہی منسوب کیا گیا ہے، لہٰذا اس جماعت کے خلاف کریک ڈاؤن کی نوبت بھی آتی رہی ہے۔ ماضی میں کراچی کی سندھ سے علیحدگی اور اسے ہانگ کانگ بنانے کے دعوں و عزائم کا چرچا بھی خوب رہا ہے۔ بدقسمتی سے ایم کیو ایم ایک لسانی جماعت ہونے کی وجہ سے ابھی تک ایک قومی جماعت کا درجہ حاصل نہیں کرسکی ہے لہٰذا اس سے منسوب علیحدگی پسندی کے خدشات کو محض واہمہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ عوامی سطح پر انتہائی غیر مقبول صدر پرویز مشرف کے لئے اس جماعت کی اندھی حمایت اور کھلے عام "روشن خیالی" اور سیکولرازم کے غیر ملکی ایجنڈے کی حمایت نے بھی اس جماعت کا امیج پوری پاکستانی قوم کے لئے انتہائی ناپسندیدہ بنا کر رکھ دیا ہے۔

معروف کالم نگار عطاء الحق قاسمی نے اپنے حالیہ ایک کالم میں لکھا ہے کہ کراچی کے حالات بالکل معمول پر آسکتے ہیں اگر صدر پرویز مشرف اور ایم کیو ایم اس کے لئے اپنا مصالحانہ کردار دیانت دارانہ طور پر ادا کریں۔ اُن کا یہ خیال اگرچہ بالکل درست ہے، تاہم حقیقت تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ صدر پرویز مشرف اپنے اقتدار کے لئے ایم کیو ایم کے ساتھ مل کر کراچی کارڈ کھیل رہے ہیں اور اس کے ذریعے جمہوری قوتوں کو بلیک میل کر رہے ہیں۔ اُن کا یہ کھیل ملک کے لئے کسی بہت بڑے المیے کا باعث بھی بن سکتا ہے۔

اسی طرح ایم کیو ایم کے ایک بڑے ہمدرد اور اُسی کی طرح روشن خیالی و سیکولرازم کے علمبردار معروف بزرگ کالم نگار نذیر ناجی نے موجودہ حالات کے تناظر میں روزنامہ جنگ میں شائع ہونے والے اپنے 10 مئی کے کالم میں جن خیالات و خدشات کا اظہار کیا ہے، وہ پوری قوم کے لئے خاصے چشم کشا ہیں اور ملک کے تشویش ناک مستقبل کی طرف اشارہ بھی کر رہے ہیں۔ 1970ء میں امریکا کی طرف سے مشرقی پاکستان کے لوگوں کو براہ راست بیرونی امداد قبول کرنے کے عیارانہ مشورہ کے حوالہ سے وہ لکھتے ہیں:

"دنیا کی واحد سپر پاور جس کے اعلیٰ اداروں میں رسائی کے لئے بڑے بڑے ملکوں کے سربراہ مشکل سے کامیاب ہوتے ہیں، وہاں کراچی شہر کے ناظم اعلیٰ کو زبردست پذیرائی حاصل ہوتی ہے۔ مجھے تو ڈھاکہ کو براہ راست بیرونی مدد لینے کا امریکی مشورہ پھر سے یاد آنے لگا ہے۔ ہمارے حکمران طبقے اقتدار پر قبضے کی کشمکش سے آگے نہ کچھ سوچ رہے ہیں اور نہ دیکھ رہے ہیں۔ خدا ہی جانتا ہے کہ ہم پر کیا گزرنے والی ہے؟"

ناجی صاحب کے اندیشوں کی کسی قدر تصدیق پاکستان میں امریکی سفیر این ڈبلیو پیٹرسن کی پراسرار سرگرمیوں سے بھی ہو رہی ہے۔ کراچی میں ایم کیو ایم کی مقامی قیادت اور پھر لندن میں الطاف حسین سے اُن کی ملاقاتوں سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔ مزید برآں امریکی سفیر کا کراچی کے متعلق یہ بیان کہ کراچی عالمی معیشت میں کلیدی حیثیت رکھتا ہے، بھی قابل غور ہے۔ اُن کے اس بیان سے نہ صرف کراچی کی عالمی حیثیت اجاگر ہو رہی ہے بلکہ اس میں پاکستانی حکومت کے لئے ایک پیغام بھی مضمر ہے کہ اگر ہمارے ایجنڈا پر عمل نہ کیا گیا تو پاکستانی معیشت کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھنے والا یہ ساحلی شہر امریکی کی ہٹ لسٹ پر موجود

ہے اور یہاں کے حالات خراب کرنے کے لئے فضا بھی بظاہر ان کے موافق نظر آرہی ہے۔ اگر سندھ میں پیپلز پارٹی اور ایم کیو ایم کی مخلوط حکومت ناکامی سے دوچار ہوتی ہے تو امریکی اس صورت حال کو اپنے مذموم مقاصد کے لئے استعمال کرسکتے ہیں جس کی کچھ جھلکیاں ارباب رحیم کے ساتھ بدسلوکی اور وکلا کو زندہ جلائے جانے کے واقعات کی صورت میں ہم دیکھ ہی چکے ہیں۔

ان خبروں اور آثار وقرائن کے تناظر میں ہماری ایم کیو ایم کی قیادت سے درخواست ہے کہ وہ ایسی افواہوں کی نہ صرف اپنے قول سے تردید کریں بلکہ اپنے عمل سے بھی یہ ثابت کریں کہ وہ ایک محب وطن، امن پسند اور قانون کی بالادستی پر یقین رکھنے والی جماعت ہے۔ اس کے لئے اول تو انہیں صدر مشرف کی حمایت ترک کرنا چاہئے کہ اُن سے پوری پاکستانی قوم کا مطالبہ ہے کہ انہیں اقتدار چھوڑ دینا چاہئے اور اگر وہ صدر صاحب کی حمایت پر مصر رہتے ہیں تو یہ پوری قوم کے احساسات وجذبات سے خود کو کاٹنے کے مترادف ہوگا۔ دوسرے انہیں اپنی جماعت کے سیکولر تاثر کو ختم کرنا چاہئے کہ پاکستان اسلام کے نام پر وجود میں آیا تھا اور آپ کے بڑوں نے تو اس کے لیے نہ صرف بے شمار قربانیاں دی تھیں بلکہ پاکستان کی طرف ہجرت بھی اپنے دین کی خاطر ہی کی تھی۔ تیسرے قدم کے طور پر انہیں اپنی جماعت کو ایسے شرپسند عناصر سے پاک کرنا چاہئے جن کی وجہ سے کراچی کے ہر سانحہ کا الزام ان کی جماعت پر ہی لگایا جاتا ہے۔ چوتھا یہ کہ انہیں ورغلانے اور ترغیب وتحریص دینے والی سازشی قوتوں کو صاف صاف بتا دینا چاہئے کہ وہ ان کے پاکستان کے متعلق مذموم عزائم کی خاطر ہرگز آلۂ کار نہیں بنیں گے۔ انہیں اپنے طرز عمل سے یہ ثابت کرنا چاہئے کہ پاکستانی قوم اپنی تاریخ سے بہت کچھ سیکھ چکی ہے اور اب کی بار وہ کسی بیرونی قوت کے جھانسہ میں آکر علیحدگی یا پاکستان کو عدم استحکام سے دوچار کرنے کی کسی سازش کا بلاواسطہ یا بالواسطہ طور پر حصہ نہیں بنیں گے۔ آخر میں ایم کیو ایم کی قیادت اور کارکنوں کیلئے علامہ اقبال کا درج ذیل فکر انگیز، سبق آموز شعر بھی پیش خدمت کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

تنظیم	اسلامی	کا پیغام
نظام	خلافت	کا قیام

ایک مردِ مومن سے ملاقات

شاہ وارث

تحریک نفاذ شریعت محمدیؐ کے امیر مولانا صوفی محمد کو 8 سال بعد جیل سے رہائی نصیب ہوئی۔ اگرچہ اس دوران صوبہ سرحد میں دینی جماعتوں کے اتحاد متحدہ مجلس عمل کی حکومت بھی رہی ہے، مزید براں قومی اسمبلی میں بھی علماء کافی تعداد میں موجود تھے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی موقع اور کسی بھی فورم پر ان حضرات نے اس مردِ درویش کی رہائی کی بات نہیں کی۔ مجھے روزنامہ مشرق کے مشہور کالم نویس سلیم صافی کا ایک بہت پہلے لکھا ہوا کالم یاد آیا جس میں انہوں صوفی صاحب کے حوالہ سے لکھا تھا ”ایم ایم اے والے ہر معاملہ میں حکومت سے Dealing کرتے آرہے ہیں۔ اگر انھوں نے صوفی صاحب کی رہائی کو کسی ڈیلنگ کیلئے شرط کے طور پر رکھا ہوتا، تو اب تک مولانا صاحب سلاخوں سے باہر ہوتے۔“ بہر حال دلوں کا حال اللہ ہی جانتا ہے۔ ہمارے علماء یا دیگر بااثر ورسوخ حضرات نے اگر واقعتاً اس حوالہ سے کوتاہی کی ہے تو یقیناً وہ جواب دہ ہوں گے۔

تنظیم اسلامی سرحد شمالی کا ایک وفد 28 اپریل کو قائمقام امیر حلقہ گل رحمٰن کی سرکردگی میں مولانا سے ملنے گیا۔ یاد رہے کہ یہاں بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب بھی دو دفعہ مولانا سے ملاقات کے لیے تشریف لائے ہیں۔ مولانا صاحب بوسیدہ لکڑیوں اور مٹی سے بنے اپنے حجرہ میں کمزور اور بیمار ہڈیوں لیکن مضبوط اعصاب، جوان ارادوں اور صحت مند ایمان کے ساتھ ایک چٹائی پر تشریف فرما تھے۔ خاکساری اور سادگی نہ صرف اس مردِ حق اور ان کے ساتھیوں میں چھلک رہی تھی بلکہ ان کے بوسیدہ حجرے کے پتھر پتھر سے بھی ٹپک رہی تھی۔ نہ کہیں میز اور کرسیاں لگی تھیں اور نہ کہیں شامیانے وقناتیں، نہ کوئی سٹیج تھا، نہ کہیں طرح طرح کی مشروبات کا سلسلہ چل رہا تھا، نہ کوئی وی آئی پی گیلری تھی اور نہ کوئی مخصوص نشستیں قائم تھیں۔ مولانا صاحب مہمانوں کو انتہائی خندہ پیشانی سے ملتے تھے۔ ان کی گفتگو خلوص اور محبت کی چاشنی سے لبریز تھی۔ اپنا موقف، جیل کے حالات، موجودہ صورتِ حال چند ہی جملوں میں سامنے رکھتے۔ صحت کے بارے میں جس کسی نے بھی پوچھا انہوں نے اسے ”بس ٹھیک ہوں اللہ کا بڑا احسان ہے“ کے الفاظ میں جواب دیا۔

سفید اور کالے جھنڈوں سے مزین یہ زمین کی طرف جھکی عمارت اپنے اندر کیسے ولولے رکھتی ہیں، کیسے جوش اور اُمنگیں رکھتی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ملاکنڈ ڈویژن سے اُٹھتا ہوا یہ طوفان ع تھمتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا کے مصداق پورے ملک میں اسلامی جھنڈا لہرائے گا۔ مولانا صاحب صبر، استقامت، حلم اور تقویٰ کا کوہ گراں ہیں، جن کی مثال بہت کم ملے گی۔ ان کی شخصیت میں قرآن کا نقشہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ شریعت کے نفاذ کیلئے سرگرم یہ بظاہر بوڑھا، ضعیف اور نحیف مگر باہمت اور پرعزم مجاہد صدیوں میں کہیں جا کر پیدا ہوتا ہے۔ ایسے بوریا نشین لوگ ہی اقامتِ دین اور غلبۂ دین کے کام آتے ہیں۔ سنگ مرمر اور ٹائلز کے بنے محلوں میں پرورش یافتہ، ایرانی صوفوں میں بیٹھنے کے عادی، پچاس اور ساٹھ ساٹھ لاکھ روپوں کی گاڑیوں میں سواری کرنے کے شائق، نوکر چاکر اور باڈی گارڈز رکھنے کے خواہش مند، ایم پی اے، ایم این اے اور وزیر بننے کے چکروں میں غرق، وی آئی پی کلچر میں رنگے، اور اس سودی اور اللہ تعالیٰ سے بغاوت پر مبنی نظام کے مراعات اور تنخواہ یافتہ حضرات انقلاب نہیں لایا کرتے۔ بلکہ یہ بوریا نشین، لکڑیوں اور مٹی سے بنے گھروں کے مکین، دال ساگ اور سوکھی روٹی کھانے پر صابر وشاکر، اور کم از کم پر قناعت کرنے والے جواں مرد ہی اس غلط نظام کو تلپٹ کرتے ہیں۔

مولانا سے تنظیمی اور فکری اختلاف اپنی جگہ ہے، لیکن اسلام کے نام لیواؤں اور خود کو اسلام پر نچھاور کرنے کے دعویداروں کے مقابلے میں صوفی صاحب کا موقف، ان کا سٹینڈ، ان کا تقویٰ، ان کا صبر اور تحمل، ان کا خلوص، ان کا عمل اور حق کے معاملے میں وقت کے طاغوت کے ساتھ compromise نہ کرنے والی شخصیت یقیناً متاثر کن ہے۔ اُن کی یہ سب ایسی نمایاں اور ممتاز خصوصیات ہیں کہ کوئی بھی انہیں داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہیں کہ وہ مولانا صاحب اور ان کے حوارین کو ہمت واستقامت عطا فرمائے، اور ان کے قدموں کو مضبوط رکھے، اور انھیں اسی طرح پُرامن طریقے ہی سے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دُعا ہے کہ ان میں ایسے صاحب ہمت لوگ پیدا ہوں جو کہ اس تحریک کے کارکنوں کیلئے تربیت کا کوئی معقول اور مناسب انتظام کریں۔ آمین!

اسلامی انقلاب کے لیے اسلامی تنظیم کی ضرورت

سید قاسم محمود

جس وقت ایران میں اسلامی انقلاب عروج پر تھا اور ڈھائی ہزار سالہ شہنشاہیت کی سانس اکھڑ چکی تھی، اور وہ ختم ہونے کے قریب تھی، اور عوام پر یہ بات روشن ہو چکی تھی کہ خمینی کا طرزِ مبارزت شاہی حکومت کو اکھاڑ پھینکنے پر مبنی بالکل صحیح اور دُرست ہے، شاہی حکومت قطعی طور پر زوال پذیر ہو کر رہے گی، اُس وقت بھی اکثر سیاست دان یہ خیال کرتے تھے کہ پارلیمنٹ کی خود مختاری اور عدلیہ کی آزادی کی ضمانت حاصل ہو جائے تو شاہی نظام کو برقرار رکھا جا سکتا ہے اور برقرار رکھا جانا چاہیے۔ ایسے سیاست دانوں میں مہدی بازرگان اور دوسرے ہم خیال سیاست دان اِس بات پر قانع تھے کہ پارلیمنٹ آزاد ہو اور وہ عوام کے صرف بیں منتخب نمائندوں پر مشتمل ہو۔ اُن کا خیال تھا کہ صرف اتنے اختیارات حاصل ہونے سے بھی عدلیہ اور میڈیا کی آزادی آسانی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اِس سیاسی گروہ کی جدوجہد کا یہی آخری ہدف تھا۔ 5 جون 1963ء کے حادثہ فاجعہ سے پہلے شاہ کی حکومت کے خلاف جدوجہد کرنے والوں کا یہی اصل موقف تھا۔ 5 جون کے خوں ریز واقعے کے بعد بائیں بازوں کی سیاسی جماعتوں کی بھی یہی پوزیشن رہی۔

سیکولر سیاسی قیادت کی بجائے مذہبی جماعتوں نے اپنی مبارزت کی بنیاد شہنشاہیت کے خاتمے پر رکھی۔ مذہبی جماعتوں کے سرخیل خمینی، جن کا موقف شروع ہی سے شاہی حکومت کا خاتمہ تھا، اپنی جلاوطنی کے طویل عرصے، اور آخر میں 11 فروری 1978ء تک، کھلم کھلا اپنی تقاریر و بیانات میں شہنشاہی حکومت اور پہلوی خاندان کے مٹانے کا مطالبہ کرتے رہے۔ شاہ کی خفیہ پولیس "ساواک" کے افسر اور کارکن نہ صرف اُن افراد کو جو شاہی حکومت کا تختہ الٹ دیئے جانے کے خواہاں تھے، سختی کے ساتھ کچل دیا کرتے تھے اور قید خانوں میں شکنجوں میں جکڑ کر ہلاک کر دیا کرتے، بلکہ "نہضتِ آزادی" اور دوسری قومی تحریکوں اور جماعتوں کو بھی، جو شاہی حکومت کے مجوزہ قوانین کے دائرے میں رہ کر ہی جدوجہد کرتی تھیں، اُن کے ساتھ بھی بڑی خشونت اور رعونت سے پیش آتے تھے۔

شاہ کی حکومت کے عہد میں خصوصاً 19 اگست 1953ء کی فوجی بغاوت کے بعد سنسر، تشدد اور گھٹن اتنی زیادہ بڑھ گئی کہ کسی قسم کی سیاسی سرگرمی کا کوئی امکان نہ رہا، خواہ وہ شاہ کے اپنے مجوزہ قوانین کے دائرے ہی میں رہ کر کیوں نہ ہو۔ حکومت کے خلاف آواز اُٹھانے والوں کو بُری طرح کچل دیا جاتا تھا۔ خمینی کی تصانیف، تصویر، کوئی تحریر یا تقریر کا کیسٹ رکھنا سختی سے ممنوع قرار دے دیا گیا تھا۔ اگر کسی شہری کے پاس خمینی کی اِس قسم کی کوئی چیز مل جاتی تو اُسے پھانسی پر چڑھا دیا جاتا یا لمبی مدت کے لیے قید بامشقت میں ڈال دیا جاتا تھا۔ 1953ء سے 1978ء تک کے عرصے میں مختلف طبقوں کے ہزاروں افراد کو تقریر کرنے، کتاب لکھنے، حُریت پسند گروہ بنانے یا خمینی کے بیانات اور تقاریر، اُن کا کوئی پمفلٹ یا کتاب یا تصویر ہمراہ رکھنے یا تقسیم کرنے یا شاہی حکومت کی خیانتوں کے خلاف دوسرے اقدامات کے جُرم میں ساواک کے ذریعے قید خانوں میں شکنجے دے کر بڑی بے دردی سے شہید کر دیا گیا۔ شاہی ایجنٹوں نے بہت سے مجاہدین کو اور شاہ کے خلاف مزاحمت کرنے والوں کو زندہ جلا دیا، بہتوں کو آروں سے چیر ڈالا۔ بہت سے اسلامی مفکروں اور دانش وروں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ جیلوں میں گزارا۔ یونیورسٹیوں، کالجوں اور حوزہ کے بہت سے طلبہ، تاجر پیشہ افراد، مزدوروں اور کاریگروں نے شاہ کی جیلوں میں جان دے دی یا اُن کے اعضاء کاٹ دیئے گئے۔ ساواک کے جابر کارکن انقلابیوں سے اعتراف کرانے اور راز معلوم کرنے کے لیے انہیں مختلف قسم کی سخت جسمانی اذیتیں پہنچانے کے ساتھ ساتھ رُوحانی اذیتیں پہنچاتے تھے۔ اُن کی ذہنی ایذا رسانی کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ انقلابی قیدی کی بیوی، بیٹی یا بہن کو پکڑ کر جیل میں لاتے تھے اور اُس قیدی کو ڈراتے دھمکاتے تھے کہ اگر اُس نے "راز" نہ بتایا تو اُس کی آنکھوں کے سامنے ہی اخلاق سوز عمل انجام دیا جائے گا۔ ساواک کا عمل دخل ہر دفتر اور ہر محلے اور ہر گلی میں تھا۔ اُس کے ہزارہا ملازمین تھے جن کو سرکاری خزانے سے بڑی بڑی تنخواہیں دی جاتی تھیں۔ اُن کے لیے عیش و عشرت کے تمام سامان فراہم تھے، تاکہ وہ خائن شاہ کی دل و جان سے خدمت کر سکیں۔ یہ لوگ یونیورسٹیوں، کارخانوں، سرکاری محکموں، مسجدوں، عام مقامات، مدرسوں، سڑکوں، حتیٰ کہ علمائے دین کے گھروں اور خاندانوں میں اِس طرح گھسے ہوئے تھے کہ لوگ ایک دوسرے سے اپنے دل کی بات کہتے ہوئے ڈرتے تھے۔

ایسے پُرآشوب حالات میں ایران کی بہادر قوم نے خمینی کی قیادت میں جدوجہد کی اور بے پناہ ایثار اور فداکاری کے ساتھ، ساٹھ ہزار سے زائد شہداء اور کم و بیش ایک لاکھ مجروحین کی قربانی دے کر شاہ کی آمرانہ اور فسطائی حکومت کا تختہ پلٹ دیا اور سی آئی اے اور موساد جیسی جاسوسی تنظیموں کی سازشوں کو ناکام بنا کر، ڈھائی ہزار سالہ شہنشاہیت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور "جمہوری اسلامی" نظام قائم کر دیا جو ایران کے لیے ایک انوکھی بات اور دیرینہ آرزو تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ اِس انقلاب کا محرک فقط اسلام کا احیا اور اسلامی طرزِ حکومت کا قیام تھا، تاکہ ایرانی قوم ثقافتی، سیاسی، فوجی، اقتصادی اور معاشرتی آزادی اسلامی حکومت کے زیرِ سایہ حاصل کر سکے۔

سامراجیوں کی تشہیری تحریک

ایران کے مسلمانوں نے متحد و منظم ہو کر اسلامی تحریک ایسے حالات میں شروع کی، جبکہ انقلاب برپا کرنے والی کسی تنظیم کا نام و نشان تک نہ تھا، جو اسلامی ہو اور تحریک کو منظم طریقے پر آگے بڑھانے کی ذمہ دار ہو۔ حتیٰ کہ انقلابیوں کے پاس کوئی اخبار، ریڈیو یا کوئی اور مؤثر ذریعۂ ابلاغ بھی نہیں تھا جو قائد (خمینی) کی آواز عوام تک پہنچا سکتا۔ قائد اور عوام کے درمیان رابطے کا ذریعہ صرف کیسٹس اور قائد کے پیغامات تھے، جنہیں ابتدائی وسائل سے کثیر تعداد میں تیار کر کے اسلامی گروہوں کی اُن نیم منظم انقلابی طاقتوں کے ذریعے عوام تک پہنچایا جاتا تھا جو قائد اور عوام کے درمیان رابطے کا ذریعہ تھے۔

سامراجی ذرائع ابلاغ، خصوصاً بی بی سی لندن، وائس آف امریکا اور اسرائیل ریڈیو ہمیشہ اپنے سیاسی تجزیوں کی بنیاد پر تحریک کی ناکامی کے راگ الاپتے رہے

اور مستقبل کے لیے غلط جائزے اور حتمی پیشین گوئیاں کرتے رہے۔ حد یہ ہے کہ ماسکو ریڈیو نے بھی اپنے کسی جائزے یا تبصرے میں کھلی حقیقت کی طرف اشارہ تک نہیں کیا، حالانکہ ایران میں عوامی انقلاب آجانے سے روس کو تو خوش ہونا چاہیے تھا، کیونکہ اِس انقلاب سے بہرحال علاقے میں امریکا کے اثرات ختم ہونے والے تھے اور اِس انقلاب سے اُس کے دشمن کو ایک ایسے ہمسایہ ملک سے باہر نکلنا تھا، جہاں وہ فقید المثال جاسوسی اور عسکری وسائل و امکانات رکھتا تھا۔ اہم بات یہ ہے کہ ماسکو ریڈیو نے 5 جون 1963ء کے خونین واقعے کو ”رجعت پسند تحریک“ کا نام دیا جس میں چند گھنٹوں کے اندر پندرہ ہزار ایرانی مسلمان حکومت کی بربریت اور سفاکی کے شکار ہو کر خاک و خون میں مل گئے۔

یہ درست ہے کہ رُوس یا دوسری طاقتوں کے ایسے رجعت پسندانہ تجزیے عالمی طاقتوں کی ضدی طبیعت کے غماز تھے، لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ تحریک و انقلاب کی ایسی تشریحیں اِس امر کی نشان دہی کر رہی تھی کہ عالمی طاقتیں اِس انقلاب کی حقیقت و ماہیت کو سمجھنے سے قاصر تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اُمتِ مسلمہ، وہ اسلامی ممالک جو مغربی استعمار کے نیچے دبے ہوئے، ہر طرح کے ظلم وستم برداشت کر رہے ہیں، انہیں اِس مقصد میں صرف اُسی وقت کامیابی نصیب ہوگی جب وہ ایران کے انقلاب کے ”طرزِ عمل“ کا غور سے مطالعہ کریں جس سے انقلاب کامیابی کی منزل تک پہنچا ہے، اور وہی شیوہ اختیار کریں جو اسلامی انقلاب کی رُوح رہی ہے، یعنی تمام عالمی طاقتوں کو مسترد کر کے صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان و اعتماد ہی وہ قوت تھا جس نے انقلاب کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔

انقلابی قوتوں کی تنظیم

کسی بھی تحریک یا انقلاب کا سب سے اہم مسئلہ ”تنظیم“ کا ہوتا ہے۔ تنظیم کی اہمیت کا اندازہ اُس نیت اور عزم سے ہوتا ہے جس کے تحت وہ وجود میں آتی ہے۔ اسلام کی تاریخ گواہ ہے کہ مسلمان کسی بھی ملک میں ایک ایسی تنظیم بنانے میں اب تک کامیاب نہیں ہوسکے جو خالص اور سوفیصد اسلامی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانانِ عالم کی بھی نفاذِ شریعت کی تمنا برگ و بار نہ لاسکی۔ مختلف مسلم ممالک میں احیائے اسلام کی تحریکات میں ناکام ہونے کا ایک سبب کسی ایسی تنظیم کا نہ ہونا بھی ہے۔ تاریخ پر طائرانہ نظر ڈالیے۔ خلافتِ راشدہ کے بعد سینکڑوں سال تک بنی اُمیہ اور بنی عباس کی ظالمانہ حکومت قائم رہی۔ علویوں کی تحریک، اور خاص ایران میں مشروطیت کی تحریک اور پہلوی دورِ حکومت میں روحانیت اور علماء کی تحریک اِن کے علاوہ دوسرے اسلامی ملکوں میں اسلامی تحریکیں ہمیشہ کامیابی ہوتے ہوتے شکست سے دوچار ہوگئیں، اور اگر کامیاب ہو بھی گئیں تو کامیابی کے بعد، حالات مزید ابتر ہوگئے۔ کیوں؟ اس لیے کہ تحریک سے حاصل ہونے والے نتائج اور اس تحریک کو جاری رکھنے اور آگے بڑھانے کے لیے کوئی مضبوط اور مستحکم ذریعہ نہیں تھا، یعنی کوئی ایسی باقاعدہ تنظیم موجود نہیں تھی جو خالص اسلامی ہو۔ ہمیشہ یہی ہُوا ہے کہ ان تحریکوں میں بے گناہوں کا خون بہایا گیا اور اِس قربانی سے فائدہ اُن لوگوں نے اٹھایا، جن کا خون دینے والوں کے مقصد سے دُور کا بھی واسطہ نہیں تھا، اور اُس راہ پر چلے جو خون دینے والوں کی راہ نہ تھی۔

علمائے عصر پر یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو چکی تھی کہ انقلاب صرف اُسی وقت کامیاب ہوسکے گا جب صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے خالص اِسلامی تنظیم کے ذریعے لایا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدا ہی سے ایسی تنظیم کا وجود ایران کے تمام انقلابی ذہنوں کو اپنی طرف متوجہ کر چکا تھا۔ آخری انقلابی تحریک سے بہت پہلے ”فدائیانِ اسلام“ نامی تنظیم کا وجود اس امر کا شاہد ہے کہ علماء ایک تنظیم کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔ فدائیانِ اسلام کے رہنماؤں نے اپنی تنظیم کو تشکیل دینے کے سلسلے میں ”تحریک جنگل“ کے تجربات سے استفادہ کیا تھا۔ تحریک جنگل بھی میرزا کوچک جنگلی نام ایک عالمِ دین کی قیادت میں شروع ہوئی تھی، مگر بہت سے اسباب کی بناء پر یہ تحریک ناکام ہو گئی، جس کی ناکامی کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ اس تحریک کی پُشت پر کوئی ”تنظیم“ نہیں تھی۔ بہرحال ”فدائیانِ اسلام“ اور تحریک ”نہضتِ ملی“ کے نام سے مشہور تحریک کی شکست سے یہ حقیقت پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی تھی کہ اسلامی قوتوں کی کوئی ایسی تنظیم ہونی چاہیے جو خالص اسلامی ہو، تاکہ وہ اپنے مقصد یعنی اسلامی حکومت قائم کرنے اور اُسے دوام و استحکام دینے میں کامیاب ہوسکے۔ ظاہر ہے کہ کسی ایسی تنظیم کا وجود میں لانا شاہی حکومت کے پُر اضطراب ماحول میں کوئی آسان کام نہیں، بلکہ ممکن ہی نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اُس وقت اسلامی قوتوں کی صرف یہی کوشش رہی کہ وہ خفیہ طریقے سے آپس میں رابطہ برقرار رکھ سکیں، اور ایک نامکمل، برائے نام تنظیم کے تحت شاہی حکومت کے خلاف مقابلہ آرائی کرسکیں۔

پہلی تحریک

خالص اسلامی قوتوں کے پاس اُس وقت کوئی باقاعدہ تنظیم موجود نہیں تھی، جبکہ غیر اسلامی طاقتیں نصف صدی سے تنظیم رکھتی تھیں، اسی طرح ان طاقتوں کے پاس بھی تنظیم موجود تھی، جو کہنے کو تو مسلمان تھیں، مگر اُن کا مقصد اسلامی حکومت قائم کرنا نہیں تھا، بلکہ اُن کی جدوجہد کی نوعیت صرف قومی اور سیاسی تھی، اور اُن کا مقصد ظلم واستبداد کے خلاف احتجاج کرنا تھا۔ اگر انہیں انتخابات میں آزادی دے دی جاتی اور اُن کے کچھ نمائندوں کو پارلیمنٹ میں لے لیا جاتا تو پہلوی حکومت کے خلاف وہ تحریک سے بھی دستبردار ہونے کو تیار تھیں۔ ایران کی ”تودہ پارٹی“ جو نہ صرف یہ کہ غیر اسلامی تھی بلکہ اسلام مخالف بھی تھی اور ایران میں پچاس سال سے خیانت کاری کرتی چلی آرہی تھی، تودہ پارٹی سے لے کر جبھۂ ملی تک تمام سیاسی جماعتوں کا مقصد ایک جمہوری حکومت قائم کرنا تھا۔ ممکن ہے کہ اِن سیکولر جماعتوں کے علاوہ دوسری جماعتوں کا مقصد بھی مشرقی یا مغربی اندازِ فکر کی بنیاد پر جمہوری حکومت قائم کرنا رہا ہو، لیکن بہرحال جمہوریت اور اسلامی طرزِ حکومت میں نمایاں نہ فرق ہے۔ علاوہ ازیں ”جبھہ ملی“ سے پیدا ہونے والے بہت سے گروہ اور پارٹیاں مارکسی اور اشتراکی نظریات پر اعتقاد رکھتی تھیں۔ تودہ پارٹی تو خالص کمیونسٹ پارٹی تھی۔ کچھ پارٹیاں ماؤزے تنگ اور چینی اشتراکیت کی حامی تھیں۔ اِن تمام سیاسی جماعتوں کا نصب العین ایک ہی تھا کہ شاہی حکومت کو بدل کر جمہوری حکومت قائم کی جائے۔ اسلام یا اسلامی نظام یا اسلامی حکومت قائم کرنے کے مقصد سے انہیں وحشت ہوتی تھی۔

(جاری ہے)

ساواک کا عمل دخل ہر دفتر اور ہر محلے اور ہر گلی میں تھا۔ اُس کے ہزار ہا لاز مین یونیورسٹیوں، کارخانوں، سرکاری محکموں، مسجدوں، عام مقامات، مدرسوں، سڑکوں، حتیٰ کہ علمائے دین کے گھروں اور خاندانوں میں اِس طرح گھسے ہوئے تھے کہ لوگ ایک دوسرے سے اپنے دل کی بات کہتے ہوئے ڈرتے تھے

والدین کا ادب و احترام
قرآن و سنت کی روشنی میں

حافظ ذوہیب طیب

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اور آپ کے رب نے یہ فیصلہ فرما دیا ہے کہ تم لوگ اس کے سوا کسی دوسرے کی ہرگز بندگی نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرتے رہو اور اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں جھڑک کر جواب نہ دو بلکہ ان سے ادب و احترام کے ساتھ بات کرو اور نرمی و عاجزی سے ان کے سامنے جھک کر رہو اور ان کے حق میں دعا کرتے رہا کرو کہ پروردگار ان پر (اس بے کسی کی زندگی میں) رحم فرما جس طرح بچپن (کی بے کسی) میں انہوں نے مجھے رحمت و شفقت سے پالا تھا۔" (بنی اسرائیل:23،24)

قرآن کریم میں والدین کے جو حقوق بیان ہوئے ہیں ان کو بار بار پڑھیں اور غور کریں تو چند باتیں نکھر کر ہمارے سامنے آتی ہیں۔

1۔ ایک مومن پر اللہ کے بعد سب سے بڑا حق والدین کا ہے۔ مذکورہ آیات میں بھی اللہ نے تنہا اپنی بندگی کے تذکرہ کے بعد اولین ہدایت یہ فرمائی ہے کہ والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

2۔ والدین جب بوڑھے ہو جاتے ہیں تو ان کے مزاج میں کچھ سختی، خشکی اور چڑچڑا پن پیدا ہو جاتا ہے اور عمر کے تقاضے سے کچھ ایسی باتیں بھی ان کی طرف سے سامنے آنے لگتی ہیں جو توقع کے خلاف ہوتی ہیں۔ اس عمر میں اولاد کو چاہیے کہ والدین کی تنگ مزاجی کے باوجود اُن سے نرمی اور تواضع سے پیش آئیں۔

3۔ والدین کے ادب و احترام کا پورا پورا لحاظ رکھنا چاہیے۔ اولاد ان سے گفتگو کرے تو ان کے مرتبے اور مقام کا خیال رکھے۔ عمر کے آخری حصے میں جب فطری طور پر بوڑھے ماں باپ اپنا مقام برقرار رکھنے اور اپنی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے مختلف قسم کی باتیں کرتے ہیں۔ اپنی رائے پر بے جا اصرار کرتے ہیں۔ بار بار خفا ہوتے ہیں، طرح طرح سے اپنی ناراضی کا اظہار کرتے ہیں۔ اس موقع پر خندہ پیشانی سے اِن ساری باتوں کو برداشت کریں اور کسی بھی وقت غصہ میں آ کر اور اُکتا کر کوئی ایسی بات زبان سے نہ نکالیں جو اُن کی ناراضی اور دل شکنی کا باعث بنے۔

4۔ والدین کے ساتھ اپنا رویہ ایسا رکھا جائے جس میں عاجزی، اِنکساری اور نرمی ہو، فرمانبرداری کے ساتھ ہر وقت اِن کے سامنے جھک کر رہا جائے۔ ان کے ہر حکم کو دھیان سے سُنا جائے اور اس کو پورا کر کے راحت محسوس کی جائے۔

5۔ والدین کو ضعیفی اور بے کسی کے دور میں پا کر اپنے بچپن کے اِس وقت کو یاد کیا جائے جب بچہ اِنتہائی کمزور، بے کس اور مجبور ہوتا ہے۔ اس وقت والدین کس شفقت و محبت اور توجہ سے ہر طرح کی تکلیفیں و مشکلات اٹھا کر اور ہر طرح کے دکھ سہہ کر بچے کی پرورش کرتے ہیں۔ اولاد اس دور کی کیفیت کو ذہن میں تازہ کرے اور بے اختیار دعا کے لیے ہاتھ اُٹھ جائیں کہ پروردگار ان پر رحم فرما، جس طرح انہوں نے رحمت و شفقت کے ساتھ میری پرورش کی۔

گویا اولاد والدین کی اطاعت، خدمت، حسن سلوک کے باوجود بھی ان کے احسانات کا بدلہ نہ دے سکے گی تو اللہ رب العالمین نے اولاد کو یہ دعا سکھا دی کہ وہ ان کے لیے دعا کرتے رہیں۔

حضرت ابو بردہؓ کا بیان ہے کہ ایک بار حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے ایک یمنی آدمی کو دیکھا کہ اپنی ماں کو اپنی پیٹھ پر بٹھائے خانہ کعبہ کا طواف کر رہا ہے۔ اِسی اثناء میں اس نے حضرت عبداللہؓ کو دیکھ کر اُن سے پوچھا، کیسے اب تو میں نے ماں کا بدلہ دے دیا۔ حضرت عبداللہؓ نے کہا، ماں کا بدلہ! یہ تو اِس کی ایک آہ کا بدلہ بھی نہیں ہوا۔ یہ تو اس کی ایک آہ کا بدلہ بھی ہوا۔

ترمذی کی ایک حدیث ہے جس میں حضرت ابن سعودؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کون سا عمل افضل ہے۔ آپؐ نے فرمایا: نماز جو اپنے وقت پر ادا کی جائے؟ میں نے عرض کیا کہ اِس کے بعد...... آپؐ نے فرمایا کہ والدین کے ساتھ نیکی کرنا۔ میں نے عرض کیا کہ اِس کے بعد...... آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا......

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اِس کی ناک خاک آلود ہو، پھر اِس کی ناک خاک آلود ہو، پھر اِس کی ناک خاک آلود ہو! عرض کیا گیا کہ کس کی یارسول اللہ ﷺ، آپؐ نے فرمایا: (اُس کی) جس نے اپنے والدین کو یا اِن میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور پھر اِن کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہوا۔

ماں کے بارے میں خصوصی ہدایات

اگر چہ والدین میں سے دونوں ہی کو بچوں کو پالنے، پوسنے میں بہت تکلیف برداشت کرتے ہیں تاہم ماں کی شفقت باپ کی شفقت سے زیادہ ہوتی ہے۔ لہٰذا اِسلام میں باپ کے مقابلہ میں ماں کے حقوق پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ہم نے اِنسان کو اُس کے والدین (کے حق پہچاننے) کے بارے میں تاکید کی ہے۔ اُس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اِس کا دودھ چھوٹنے میں لگے، اسی لیے ہم نے اس کو نصیحت کی کہ میرا شکر کرے اور اپنے والدین کا بھی شکر بجالائے۔" (سورۃ لقمان:15)

رسول اللہ ﷺ نے بھی وضاحت سے ماں کے حقوق پر زیادہ زور دیا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ اِنسانوں میں سے میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: تیری ماں، عرض کیا کہ ماں کے بعد! حضور ﷺ نے فرمایا: تیری ماں۔ اس نے تیسری بار پوچھا تو آپؐ نے پھر وہی جواب دیا۔ اس نے چوتھی بار پوچھا کہ پھر کون! آپؐ نے فرمایا کہ پھر تیرا باپ۔ یہ جو حضور ﷺ نے تین دفعہ ماں کا نام لینے کے بعد چوتھی دفعہ باپ کا نام لیا ہے، اِس سے علماء نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ایسا کرنے سے حضور ﷺ کی مراد ماں کے حقوق پر خصوصی زور دینا تھا۔

مشہور صوفی بزرگ حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ماں کی خدمت سے بڑھ کر کسی شے سے فیض نہیں پایا۔ ایک رات والدہ صاحبہ نے مجھ سے پانی مانگا۔ میں نے کوزے میں دیکھا تو وہ خالی تھا۔ پھر گھڑا دیکھا، تو اِس میں بھی پانی نہ تھا۔ میں دوڑتا ہوا ندی پر گیا اور وہاں سے پانی لایا مگر اسی اثنا میں والدہ صاحبہ سو چکی تھیں۔ میں پانی کا کوزہ ہاتھ میں لیے ہوئے ساری رات اس انتظار میں کھڑا رہا کہ وہ بیدار ہوں تو پانی پیش کروں۔ سخت سردی کا

موسم تھا۔ میرا ہاتھ ٹھٹھر گیا لیکن میں نے والدہ کو جگانا مناسب نہ سمجھا۔ جب وہ خواب سے بیدار ہوئیں، تو مجھے اس حالت میں کھڑا دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور پھر پانی پی کر مجھے بے شمار دعائیں دیں۔ اسی دن سے میں نے دیکھا کہ میرا قلب انوارِ الٰہی سے معمور ہو گیا۔

باپ کے بارے میں ہدایت

اگرچہ ماں، اولاد کے حسن سلوک کی خصوصی مستحق ہے تاہم باپ کے حقوق کی ادائیگی از بس ضروری ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رب کی رضا مندی باپ کی رضا مندی میں ہے اور رب کا غصہ باپ کے غصے میں ہے۔

ترمذی میں ہی ایک اور حدیث ہے جس میں حضرت ابوالدرداءؓ رسول کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ باپ جنت کے دروازوں میں سے بہتر دروازہ ہے۔

ایک بار ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے والد مجھ سے پیسوں کا مطالبہ کرتے ہیں جبکہ میرے بیوی بچے بھی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جا اور ماں باپ پر مال خرچ کر، بے شک تو اور تیرا مال تیرے والدین کا ہے۔

اِن احادیث سے واضح ہو جاتا کہ باپ بہت بڑا محسن ہے۔ اولاد کے لیے اس کے اِحسانات کا بدلہ ادا کرنا بے انتہا مشکل ہے اور جو اولاد باپ کو خوش رکھے، اسے اللہ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور باپ کے ساتھ حسن سلوک کر کے اِنسان جنت کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

والدین کی وفات کے بعد حسن سلوک کی صورتیں

حضرت ابواسیدؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں موجود تھے۔ ایک شخص نے آپؐ سے عرض کیا، کیا والدین کی وفات کے بعد بھی کچھ ایسی صورتیں ہیں کہ میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا رہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں ایسی چار صورتیں ہیں: 1۔ ماں باپ کے لیے دعا و استغفار کرنا، 2۔ ان کے عہدوں اور جائز وصیتوں کو پورا کرنا۔ 3۔ باپ کے دوستوں اور ماں کی سہیلیوں کی عزت اور خاطر داری کرنا۔ 4۔ ان لوگوں کے ساتھ صلۂ رحمی

1۔ دعا و استغفار

نمازوں کے بعد اور دوسرے موقعوں پر پروردگار سے دعا کریں کہ خدایا! میرے ماں باپ کی مغفرت فرما۔ ان کے گناہوں کو ڈھانپ لے اور انہیں وہ کچھ دے جو تو اپنے نیک بندوں اور بندیوں کو دیتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی آدمی مر جاتا ہے تو اس کے عمل کی مہلت ختم ہو جاتی ہے، صرف تین چیزیں ایسی ہیں کہ مرنے کے بعد بھی اُسے فائدہ پہنچاتی رہتی ہیں۔ ایک صدقہ جاریہ۔ دوسرے اس کا پھیلایا ہوا وہ علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں۔ تیسرے وہ صالح اولاد جو اس کے لیے استغفار کرے۔

2۔ والدین کے عہد وصیت کو پورا کرنا

اولاد کے لیے والدین کی وفات کے بعد ان کے ساتھ حسن سلوک کی یہ شکل باقی ہے کہ وہ ان کے کیے ہوئے وعدوں اور وصیتوں کو پورا کریں۔ اور اس طرح اِن کی روح کو خوش کرنے کی کوشش کریں۔ البتہ اس بات کا خیال ضرور رکھیے کہ آپ صرف اُن وصیتوں کو پورا کریں جو جائز ہوں۔ ماں باپ نے اگر کسی سے مالی امداد کا وعدہ کیا ہے یا انہوں نے کوئی نذر مانی تھی اور نذر پوری کرنے سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو چکے یا ان پر کسی کا قرضہ تھا تو اس نذر کو پورا اور قرض کو ادا کریں یہ سب صورتیں ان کے ساتھ نیک سلوک کی ہیں۔ اس طرح اُن کی وفات کے بعد بھی آپ زندگی بھر ان کے ساتھ نیک سلوک کر کے اپنے اللہ کو خوش کر سکتے ہیں۔

3۔ ماں کی سہیلیوں اور باپ کے دوستوں کے ساتھ سلوک

والدین کی وفات کے بعد ان کے ساتھ سلوک کی تیسری شکل یہ ہے کہ ماں کی سہیلیوں اور باپ کے دوستوں کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے۔ معاشرتی معاملات میں اپنے بزرگوں کی طرح اِن کا لحاظ رکھا جائے۔ ایک موقع پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سب سے زیادہ حسن سلوک یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے دوست احباب کے ساتھ بھلائی کرے۔

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام قرآن اکیڈمی کا

رجوع الی القرآن کورس (پارٹ II)

اعلان برائے داخلہ

کورس کا نصاب

۱) مکمل ترجمۃ القرآن
۲) حدیث
۳) فقہ
۴) اصولِ تفسیر
۵) اصولِ حدیث
۶) اصولِ فقہ
۷) عقیدہ
۸) عربی زبان و ادب
۹) عالم اسلام اور احیائی تحریکیں: ایک تاریخی اور تجزیاتی مطالعہ
۱۰) اضافی محاضرات

تدریس کا آغاز و دورانیہ:

اس کورس میں داخلے امسال 13 جون 2008ء تک جاری رہیں گے۔ 14 رجون کو صبح 10 بجے داخلہ ٹیسٹ ہوگا۔ تدریس کا باقاعدہ آغاز ان شاء اللہ 16 جون 2008ء سے ہوگا اور اگلے سال مئی کے اواخر تک جاری رہے گا۔ کورس کا کل دورانیہ ایک سال ہے۔ طلبہ کی سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے کورس کو دو مساوی حصوں (سمسٹرز) میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر سمسٹر چھ ماہ کے دورانیے پر مشتمل ہے۔ ہفتے میں 5 دن روزانہ صبح کے اوقات میں تقریباً پانچ گھنٹے تدریس ہوگی۔ ہفتہ وار تعطیل ہفتہ اور اتوار کو ہوگی۔

اہلیت: کورس میں داخلے کے لیے درج ذیل تعلیمی اہلیت (کم از کم) لازمی ہے:

۱) بی اے/بی ایس سی یا مساوی ڈگری ۲) رجوع الی القرآن کورس (پارٹ I)

رابطہ و پراسپکٹس: شعبہ تدریس، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
36۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور فون: 03-5869501 ، فیکس: 5834000
ای میل: irts@tanzeem.org

فرمانِ نبویؐ "الدینُ النَّصِیحة"

کی ایک شاندار مثال

ایک مرتبہ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک مدینہ میں آیا۔ چند روز قیام کیا اور لوگوں سے پوچھا کہ اب مدینہ میں کوئی ایسا آدمی موجود ہے جس نے کسی صحابی کی صحبت پائی ہو۔ لوگوں نے بتایا، ہاں، ابوازحام ایسے شخص ہیں۔ سلیمان نے اپنا آدمی بھیج کر انہیں بلوالیا۔ جب وہ تشریف لائے تو سلیمان نے کہا: اے ابوازحام یہ کیا بے مروتی اور بے وفائی ہے؟ ابوازحام نے کہا: آپ نے میری کیا بے مروتی اور بے وفائی دیکھی ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ مدینے کے سب مشہور لوگ مجھ سے ملنے آئے۔ آپ نہیں آئے۔ ابوازحام نے کہا "امیرالمومنین میں آپ کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں، اس سے کہ آپ کوئی ایسی بات کہیں جو واقعہ کے خلاف ہو۔ آج سے پہلے نہ آپ مجھ سے واقف تھے اور نہ میں نے کبھی آپ کو دیکھا تھا۔ ایسے حالات میں خود سے ملاقات کے لئے آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بے وفائی کیسی؟ خلیفہ نے جواب سن کر ابن سعد زہری اور حاضرین مجلس کی طرف دیکھا۔ تو امام زہری نے فرمایا کہ ابوازحام نے صحیح کہا۔ آپ نے غلطی کی۔ اس کے بعد خلیفہ نے روئے سخن بدل کر کچھ سوالات شروع کیے۔ کہا اے ابوازحام! یہ کیا بات ہے کہ ہم موت سے گھبراتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ وجہ صرف یہ ہے کہ آپ نے اپنی آخرت کو ویران اور دنیا کو آباد کیا ہے۔ اس لئے آبادی سے ویرانے میں جانا پسند نہیں ہے۔ خلیفہ نے تسلیم کیا اور پوچھا کل اللہ کے سامنے حاضری کیسی ہوگی؟ ابوازحام نے فرمایا: نیک عمل کرنے والا تو اللہ کے سامنے اس طرح جائے گا جیسے کوئی مسافر واپس اپنے گھر والوں کے پاس جاتا ہے۔ اور برے عمل کرنے والا اس طرح پیش ہوگا جیسے کوئی بھاگا ہوا غلام پکڑ کر اپنے آقا کے پاس حاضر کیا جائے۔ خلیفہ یہ سن کر رو پڑا اور کہنے لگا: کاش! ہمیں معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے کیا صورت تجویز کر رکھی ہے؟ ابوازحام نے فرمایا کہ اپنے اعمال کو کتاب اللہ پر پیش کرو تو پتہ لگ جائے گا۔

خلیفہ نے دریافت کیا کہ قرآن کی کس آیت سے یہ پتہ لگے گا؟ فرمایا، اس آیت سے "بلاشبہ نیک عمل کرنے والے جنت کی نعمتوں میں ہیں اور نافرمان گناہ شعار دوزخ میں"۔ خلیفہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت تو بڑی ہے، وہ بدکاروں پر بھی حاوی ہے۔ ابوازحام نے فرمایا، قرآن میں آیا ہے کہ "اللہ کی رحمت نیک عمل کرنے والوں سے قریب ہے۔"

خلیفہ سلیمان نے پوچھا: اے ابوازحام! اللہ کے بندوں میں زیادہ عزت والا کون ہے؟ فرمایا: "وہ لوگ جو مروت اور عقل سلیم رکھنے والے ہیں"۔ پھر پوچھا "کون سا عمل افضل ہے؟ تو فرمایا: "فرائض و واجبات کی ادائیگی حرام چیزوں سے بچنے کے ساتھ"۔ پھر پوچھا کہ کون سی دعا زیادہ قابل قبول ہے؟ تو فرمایا، جس پر احسان کیا گیا ہو تو اس کی دعا اپنے محسن کے حق میں زیادہ قبولیت رکھتی ہے۔ پھر استفسار کیا کہ صدقہ کون سا افضل ہے؟ فرمایا: مصیبت زدہ سائل کے لئے باوجود اپنے افلاس کے جو کچھ ہوسکے اس طرح خرچ کرنا کہ نہ اس سے پہلے احسان جتائے اور نہ ٹال مٹول کر کے ایذاء پہنچائے۔

خلیفہ نے پھر دریافت کیا، کلام کون سا افضل ہے؟ ابوازحام نے فرمایا کہ جس شخص سے تم کو خوف ہو یا جس سے تمہاری کوئی حاجت ہو اور امید وابستہ ہو، اس کے سامنے بغیر کسی رو رعایت کے حق بات کہہ دینا۔ پھر فرمایا کہ سب سے زیادہ کون مسلمان ہوشیار ہے؟ فرمایا، وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے تحت کام کیا ہو اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دی ہو۔ پھر پوچھا کہ مسلمانوں میں سے کون سا شخص احمق ہے؟ فرمایا، وہ آدمی جو اپنے کسی بھائی کی اس کے ظلم میں امداد کرے جس کا حاصل یہ ہوگا کہ اس نے دوسرے کی دنیا درست کرنے کے لئے اپنا دین بیچ دیا۔ سلیمان نے کہا کہ صحیح فرمایا۔

اس کے بعد خلیفہ نے اور واضح الفاظ میں دریافت کیا کہ ہمارے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ ابوازحام نے فرمایا کہ مجھے اس سوال سے معاف رکھیں تو بہتر ہے۔ خلیفہ نے کہا، نہیں، آپ ضرور کوئی نصیحت کا کلمہ کہیں۔ ابوازحام نے فرمایا، اے امیرالمومنین! تمہارے آبا و اجداد نے بزور شمشیر لوگوں پر تسلط حاصل کیا، اور زبردستی ان کی مرضی کے خلاف ان پر حکومت قائم کی، اور بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔ اور یہ سب کچھ کرنے کے بعد وہ اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ کاش! آپ کو معلوم ہوتا وہ مرنے کے بعد کیا کہتے ہیں، اور ان کو کیا کہا جاتا ہے۔ حاشیہ نشینوں میں سے ایک شخص نے بادشاہ کے مزاج کے خلاف ابوازحام کی صاف گوئی کو سن کر کہا کہ ابوازحام! تم نے یہ بہت بری بات کہی۔ ابوازحام نے فرمایا کہ تم غلط کہتے ہو۔ بری بات نہیں کہی بلکہ وہ بات کہی جس کا ہم کو حکم ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے علماء سے اس کا عہد لیا ہے کہ حق بات لوگوں کو بتلائیں گے، چھپائیں گے نہیں۔ خلیفہ سلیمان نے پھر سوال کیا۔ اچھا، اب ہمارے درست ہونے کا کیا طریقہ ہے؟ فرمایا، تکبر چھوڑو، مروت اختیار کرو، اور حقوق والوں کو ان کے حقوق انصاف کے ساتھ تقسیم کرو۔ خلیفہ نے کہا: ابوازحام کیا ہوسکتا ہے کہ آپ ہمارے ساتھ رہیں؟ فرمایا، خدا کی پناہ! خلیفہ نے پوچھا، یہ کیوں؟ فرمایا، اس لیے کہ مجھے خطرہ یہ ہے کہ میں تمہارے مال و دولت اور عزت و جاہ کی طرف کچھ مائل ہو جاؤں، جس کے نتیجہ میں مجھے عذاب بھگتنا پڑے۔

خلیفہ سلیمان نے کہا کہ آپ کی کوئی حاجت ہو تو مجھے بتایئے کہ اس کو پورا کر دوں۔ فرمایا، ہاں ایک حاجت ہے کہ جہنم سے نجات دلا دو اور جنت میں داخل کر دو۔

خلیفہ نے کہا، یہ تو میرے اختیار میں نہیں۔ فرمایا، پھر مجھے آپ سے اور کوئی حاجت مطلوب نہیں۔ آخر میں خلیفہ نے کہا، اچھا آپ میرے لیے دعا کیجئے۔ تو ابوازحام نے یہ دعا کی۔ یا اللہ! اگر سلیمان آپ کو پسندیدہ ہے تو اسے دنیا اور آخرت کی بہتری کی طرف لے آ۔

خلیفہ نے التجا کی کہ مجھے کچھ نصیحت فرما دیں۔ ارشاد فرمایا، مختصر یہ ہے کہ اپنے رب کی عظمت اور جلال اس درجہ میں رکھو کہ وہ تمہیں اس مقام پر نہ دیکھے جس سے منع کیا ہے۔ اور اس مقام سے غیر حاضر نہ پائے جس کی طرف آنے کا اس نے حکم دیا ہے۔

خلیفہ نے اس مجلس سے فارغ ہونے کے بعد سو دینار بطور ہدیہ کے ابوازحام کے پاس بھیجے۔ ابوازحام نے ایک خط کے ساتھ ان کو واپس بھیج دیا۔ خط میں لکھا تھا کہ یہ سو دینار اگر میرے کلمات کا معاوضہ ہیں تو میرے نزدیک خون اور خنزیر کا گوشت اس سے بہتر ہے۔ اور اگر اس لیے بھیجے ہیں کہ بیت المال میں میرا حق ہے تو میرے جیسے ہزاروں علماء اور دین کی خدمت کرنے والے ہیں۔ اگر سب کو آپ نے اتنا ہی دیا ہے تو میں بھی لے سکتا ہوں ورنہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

ماخوذ از: "مقدمات و نظرات"

تالیف: بشارت محمود مرزا

بحوالہ: تفسیر قرطبیؒ و تفسیر معارف القرآن (جلد اوّل)

امریکہ کی بدمعاشی کون روکے گا؟

سعید ملک

عالمی دہشت گرد اور بدمعاش امریکہ نے ایک مرتبہ پھر باجوڑ ایجنسی میں ڈمہ ڈولہ پر میزائل حملہ کر کے 20 معصوم اور بے گناہ مسلمانوں کو شہید کر دیا ہے۔ یہ دو گائیڈڈ امریکی میزائل جو آ کے لگے ہیں، انہوں نے مولوی عبید اللہ کے گھر کو نہیں، حقیقت میں ہماری سلامتی، خود مختاری اور قومی غیرت کو نشانہ بنایا ہے۔ ان دو میزائلوں نے حکمرانوں اور جرنیلوں کے آزادی، خود مختاری اور مضبوط دفاع کے حوالے سے کیے جانے والے تمام دعووں کا تورا بورا بنا دیا ہے۔

کاش یہ میزائل مولوی عبید اللہ کے گھر کی بجائے کسی حکمران یا جرنیل کے محل پر گرتے۔ اب حسب معمول حکومت پاکستان کی جانب سے اس حملے کے خلاف معمولی احتجاج ہوگا اور ہلکے پھلکے بیانات بھی داغے جائیں گے، چند روز تک بیانات کا یہ سلسلہ جاری رہے گا اور اس کے بعد حسب روایت مجرمانہ خاموشی چھا جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے اوپر مسلط لوگ کمزور ہیں بلکہ سچ یہ ہے کہ وہ امریکہ کے زرخرید غلام ہیں اور امریکہ نے ان کے ذریعے پاکستان کے 16 کروڑ عوام کو یرغمال بنا رکھا ہے۔ عالمی دہشت گرد امریکہ کے باؤلے حکمرانوں کا محبوب مشغلہ مسلمانوں کو چن چن کر قتل کرنا ہے۔ ان کے نزدیک چیونٹی اور مسلمان کو مار دینا برابر ہے۔ سچ یہ ہے کہ جب کسی قوم پر زوال آتا ہے تو اس کی عزت، اس کی ناموس اور اس کا خون ارزاں ہو جاتا ہے، اس پر امریکہ جیسی درندہ صفت اور کمینی عادات کی حامل قوم کو مسلط کر دیا جاتا ہے۔ ایک وقت تھا جب مسلمان کا خون قیمتی تھا۔ بیعت رضوان کس چیز کی بیعت تھی؟ کاش! آج کے مسلمانوں کو اپنے نبی ﷺ کا وہ عمل یاد ہو! آج کرپٹ، بزدل، نااہل، ظالم قیادت اور اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے یہ وقت بھی دیکھنا پڑ رہا ہے کہ جب مسلمان کی وقعت مکھی اور مچھر کے برابر بھی نہیں رہی۔ اگر کوئی کسی امریکی کتے یا یورپی چوہے کو مار ڈالے تو اس کو عدالت کے کٹہرے میں لا کھڑا کیا جاتا ہے لیکن اگر کوئی کسی مسلمان کو قتل کرتا ہے تو قاتل کے اس عمل کو دہشت گردی کے خلاف جنگ قرار دے کر خوشی اور مسرت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ قاتل کو بجائے سزا دینے کے انعام و اکرام سے نوازا جاتا ہے کہ اس نے ایک اور "دہشت گرد" کا خاتمہ کر دیا ہے۔

گزشتہ سات برسوں سے امریکہ اور اس کے اتحادی جس طرح مسلمانوں کا قتل عام کر رہے ہیں، اس سے یوں لگتا ہے جیسے دنیا سے مسلمانوں کے وجود کو مکمل طور پر ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے۔

جنرل (ر) حمید گل اور جنرل (ر) اسلم بیگ نے مجھے بتایا تھا امریکہ ہر حال میں پاکستان کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ یورپ اور امریکہ ہمارے ایٹم بم کو نظر انداز کر دے۔ انہوں نے زور دے کر یہ بات کہی تھی کہ امریکہ کبھی ہمارا دوست نہیں ہو سکتا۔ وہ ضرور بہ ضرور ہمارے ساتھ بے وفائی کرے گا۔ تاریخ گواہ ہے جب امریکہ اپنا مطلب نکال لیتا ہے تو اس کے بعد گدھے کی طرح لاتیں مارنا شروع کر دیتا ہے۔ مارچ 2005ء میں ایک انٹرویو میں جنرل حمید گل نے مجھے بتایا تھا کہ بلوچستان کے حالات خراب کرنے میں امریکہ کا ہاتھ ہے۔ بلوچستان کے علاوہ گلگت میں بھی وہ حالات خراب کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے، تاکہ چین اور پاکستان کا زمینی رابطہ منقطع کیا جا سکے۔ پاکستان کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے لئے امریکہ کو بھارت اور اسرائیل کا بھرپور ساتھ حاصل ہے اور ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے پاس مخلص اور جرات مند قیادت نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ پاکستان روز بروز مشکلات میں گھر رہا ہے۔

اگر ہم ایک آزاد، خود مختار اور غیرت مند قوم بن کر جینا چاہتے ہیں تو ہمیں امریکہ اور اس کے وفادار غلاموں سے آزادی حاصل کرنے کے لئے جنگ لڑنا ہوگی۔ اس کے بغیر ہم کبھی عزت کی زندگی نہیں جی سکتے

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اس وقت پوری دنیا میں امریکہ کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ دنیا کے چھ ارب میں سے پانچ ارب انسان امریکی پالیسیوں اور اقدامات کو دنیا کے امن کے لئے نقصان دہ سمجھتے ہیں۔ امریکہ نے افغانستان اور عراق پر بلا جواز حملے کئے۔ آج امریکی خود اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ان حملوں کے لئے جھوٹے جواز گھڑے گئے تھے لیکن یہ تسلیم کرنے کے باوجود، بجائے اپنی غلطیوں کا ازالہ کرنے کے وہ مزید قتل و غارت کرتا چلا جا رہا ہے اور اس کے اس جرم میں ہماری حکومت برابر کی شریک ہے۔ سب کو معلوم ہے جس وقت پوری قوم بیک زبان کہہ رہی تھی، خدا کے واسطے امریکہ کو ہوائی اڈے نہ دو، اس کو لاجسٹک سپورٹ مہیا نہ کرو، اس وقت "روشن خیال" قیادت نے عوام کی ایک نہ سنی اور امریکہ سے بالکل اسی طرح وفاداری کا ثبوت دیا جس کا نقشہ امریکی کارٹونسٹ نے ایک کارٹون میں کھینچا تھا۔ 14 کروڑ عوام کہہ رہے تھے، امریکہ ظالم ہے، دہشت گرد ہے، مسلمانوں کا بلکہ پوری انسانیت کا دشمن ہے، اس کے مکروہ عزائم میں اس کا ساتھ نہ دو، ایک دن یہ ضرور ہمیں بھی ڈنگ مارے گا لیکن ناس ہو نشے میں دھت حکمرانوں کا کہ انہوں نے عوام کی ایک نہ سنی اور پھر وہ وقت آ گیا کہ جب عالمی غنڈے نے بلاخوف و خطر ہمارے ملک پر حملے شروع کر دیئے اور ہماری نکھٹو قیادت کا ضمیر پھر بھی بیدار نہ ہوا۔ انہوں نے امریکہ سے تعلقات ختم کرنا تو دور کی بات ہے واضح الفاظ میں اس غنڈہ گردی کی مذمت بھی نہ کی۔ آپ کیا سمجھتے ہیں اگر پاکستان کی جگہ امریکہ ہوتا اور اس طرح کے حملے میں دو امریکی کتے مارے جاتے تو کیا صورت حال ہوتی؟ ہم سے کہا جاتا تمہاری وجہ سے دو امریکی کتے مرے ہیں۔ اس لیے اب ہم تمہاری اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ افسوس ہمارے پاس اس وقت کوئی ایسا جرات مند قائد نہیں جو امریکہ کو کہے کہ تم نے 20 بے گناہ شہید کر دیئے۔ اس نقصان کا فوراً ازالہ کرو ورنہ......

میرے بھائیو! آج باجوڑ میں بننے والی بیس قبریں دراصل ہماری آزادی اور خود مختاری کی قبریں ہیں۔ یہ قبریں ہماری عزت، ہماری غیرت کی قبریں ہیں۔ یہ قبریں "روشن خیال" قیادت کی قبریں ہیں۔ یہ قبریں ہماری "کامیاب" خارجہ پالیسی کی قبریں ہیں۔ یہ قبریں ہمارے مضبوط دفاع کی قبریں ہیں۔ ہمارا میزائل سسٹم، ہمارا ایٹم بم، ہمارے ایف سولہ کس کام کے؟ (باقی صفحہ 19 پر)

تنظیم اسلامی حلقہ سرحد شمالی کے زیر اہتمام تیمرگرہ میں نقباء کے لئے تربیت گاہ

ہر سال کی طرح اس سال بھی تیمرگرہ میں مرکزی ناظم تربیت جناب شاہد اسلم کی زیرِ نگرانی سہ روزہ تربیت گاہ برائے نقباء کا انعقاد کیا گیا۔ یہ پروگرام بروز جمعہ بوقت عصر شروع ہوا اور بروز اتوار ظہر تک جاری رہا۔ شدید بارش اور ہلکی سردی کے باوجود اُمراء و نقباء حضرات دور دور سے تشریف لائے تھے۔ حلقہ سرحد جنوبی سے نصر اللہ اور عامر معین صاحبان بھی تشریف لائے۔ سب سے پہلے عنایت اللہ توحیدی نے قرآن مجید کی تلاوت کی۔ بعد ازاں باہمی تعارف ہوا۔ نمازِ مغرب کے بعد ڈاکٹر عبدالسمیع نے "ماتحت رُفقاء کا نظم بالا سے تعلق" اور "نظم بالا کا ماتحت رُفقاء سے تعلق" کے موضوعات پر لیکچرز دیئے۔

اگلی صبح نمازِ فجر کے بعد فیض الرحمٰن نے درسِ قرآن دیا۔ ناشتہ اور آرام کے بعد ڈاکٹر عبدالسمیع نے "تنقید و اختلاف کے آداب اور طریقہ کار" کے موضوع پر اپنا تیسرا لیکچر دیا جو خاصا دلچسپ، علمی اور ایمان افروز تھا۔ چائے کے وقفہ کے بعد ناظم اعلیٰ اظہر بختیار خلجی کا "تنظیم اسلامی میں تصورِ اُسرہ و نقیب" کے موضوع پر لیکچر ہوا۔ نمازِ ظہر، ظہرانہ اور آرام کے بعد "انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت اور ضرورت" کے موضوع پر شاہد اسلم نے صحابہ کرامؓ کے واقعات اور حکایات پر مبنی دلنشین اور دلچسپ گفتگو کی۔ نمازِ مغرب کے بعد خلجی صاحب کے "نظام دعوت اور نقیب کا رول" اور "نظام تربیت اور نقیب کا رول" کے موضوعات پر دو لیکچرز ہوئے۔

تیسرے دن بعد نمازِ فجر شاہد اسلم نے سورۃ التوبہ کی آیات 111 اور 112 کا درس دیا۔ ناشتہ اور آرام کے بعد خلجی صاحب کا چوتھا لیکچر "جائزہ و نگرانی و نظام مالیات اور نقیب کا رول" کے موضوع پر شروع ہوا، جو ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہا۔ اس کے بعد امیر محترم جناب حافظ عاکف سعید کا خطاب ہوا جو اس تربیت گاہ کے آخری دو لیکچرز کے لیے ایک طویل سفر کر کے تشریف لائے تھے۔ امیر محترم نے "قرار دادِ تاسیس کی توضیحات اور اس کی اصل روح" اور "تعلق مع اللہ کی ضرورت اور اہمیت" پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ نمازِ ظہر اور ظہرانہ کے بعد یہ سہ روزہ تربیت گاہ بخیر و عافیت اپنے اختتام کو پہنچی۔ (رپورٹ: شاہ وارث)

تنظیم اسلامی پشاور غربی کا اجلاس

تنظیم اسلامی پشاور غربی کا پہلا اجلاس 2 مئی 2008ء کو محترم ڈاکٹر محمد اقبال صافی کے گھر میں منعقد ہوا۔ اِس اجلاس میں ڈاکٹر محمد اقبال صافی، اشفاق احمد میر، محمد سعید، محمد فیاض، حیدر علی، ڈاکٹر صفدر حسین شاہ، ولی الرحمٰن، محمد منیر اور محمد سلیم شریک ہوئے۔ اجلاس میں نظام العمل کی دفعہ 7 پڑھ کر سنائی گئی۔ اجلاس میں مشورے کے ساتھ مقامی تنظیم کو دو اُسروں میں تقسیم کیا گیا، یعنی اُسرہ حیات آباد اور اُسرہ یونیورسٹی ٹاؤن۔ نیز یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ تنظیم اسلامی پشاور غربی کے معتمد حیدر علی، ناظم بیت المال فیاض احمد اور معاونِ دعوت ڈاکٹر صفدر حسین شاہ ہوں گے۔ تنظیم کا اجلاس ہر مہینے کے پہلے جمعہ کو بعد از نمازِ عصر ہوا کرے گا۔ اُسرہ حیات آباد کے نقیب کی ذمہ داری نور الحسن کو سونپی گئی، جبکہ اُسرہ یونیورسٹی ٹاؤن کے نقیب ڈاکٹر محمد اقبال صافی ہوں گے۔ (رپورٹ: رفیق تنظیم)

دعائے مغفرت کی اپیل

- o رفیق تنظیم فرقان صدیق ایڈووکیٹ کی والدہ ماجدہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئی
- o تنظیم اسلامی سمن آباد کے رفیق مرزا ویس بیگ کے والد وفات پا گئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ رفقائے تنظیم اسلامی اور قارئین ندائے خلافت سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے

مسجد انتظامیہ کی توجہ کے لئے

اکثر نمازی حضرات مسجد کے اندر اپنا موبائل فون بند کرنا بھول جاتے ہیں، جس کی وجہ سے دوسرے نمازیوں کو نماز اور خطبہ کے دوران پریشانی ہوتی ہیں اور مسجد کا تقدس بھی پامال ہوتا ہے۔

اس پریشانی سے بچنے کے لئے ہم مناسب قیمت پر جامر فراہم کر رہے ہیں۔ خواہشمند حضرات ہم سے رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: **عبدالواحد** موبائل نمبر: 0321-2026250

(بوقت:۔ بعد نماز ظہر تا عشاء)

ضرورت رشتہ

☆ چنیوٹ میں رہائش پذیر، بیٹی عمر 24 سال، ایم اے اسلامیات کے لیے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0321-4800722

☆ لاہور میں مقیم راجپوت فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 26 سال، تعلیم BCS آنرز، قد 5 فٹ 2 انچ، صاف رنگ، کے لئے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ مطلوب ہے۔

برائے رابطہ: 5224311 0300-4307732

☆ لاہور کے رہائشی اور امریکی شہریت کے حامل 46 سالہ ڈاکٹر کو دوسری شادی کے لئے موزوں رشتہ مطلوب ہے۔ پہلی بیوی سے ایک 11 سالہ بیٹی اور ایک 9 سالہ بیٹا ہے جو لاہور میں زیر تعلیم ہیں۔ پہلی بیوی کو بوجوہ طلاق دینا پڑی۔

برائے رابطہ: (لاہور): 042-5746105

دعائے صحت کی اپیل

☆ تنظیم اسلامی، اولڈ سٹی، کراچی کے ناظم بیت المال جناب احمد موسیٰ عارضہ قلب میں مبتلا ہیں

☆ تنظیم اسلامی لاہور وسطی کے رفیق نو مسلم گلزار احمد کی اہلیہ کینسر کے مرض میں زیر علاج ہیں

☆ تنظیم اسلامی سمن آباد کے ملتزم رفیق محمد سجاد کے اکلوتے صاحبزادے سخت علیل ہیں

اللہ تعالیٰ بیماروں کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء تنظیم اسلامی سے بھی دعائے صحت کی اپیل ہے

بنگلہ دیش میں عام انتخابات

بنگلہ دیش کے عبوری صدر فخر الدین احمد نے قوم سے خطاب کرتے ہوئے اعلان کیا ہے کہ اس سال دسمبر کے تیسرے ہفتے میں پارلیمانی انتخابات منعقد ہوں گے۔ یوں ملک میں ایمرجنسی حکومت کا خاتمہ ہو جائے گا جو پچھلے سال جنوری سے فوج کے ذریعے حکومت کر رہی ہے۔

دریں اثنا بنگلہ دیشی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ وہ مزید 10 لاکھ ٹن چاول برآمد کرے گی تاکہ لاکھوں غریب شہریوں کا پیٹ بھرا جاسکے۔ بنگلہ دیش میں فی کلو چاول 40 ٹکہ میں دستیاب ہے۔ حکومت غریبوں کو خصوصی مراکز میں 25 ٹکہ فی کلو کے حساب سے چاول فروخت کر رہی ہے اور وہاں لمبی قطاریں دیکھنے کو ملتی ہے۔ یاد رہے، چاول بنگالیوں کا من بھاتا کھانا ہے۔

ریاستی سپریم کورٹ کا فیصلہ صحیح نہیں

ملائیشیا میں حزب التحریر کے سربراہ عبدالحکیم عثمان نے پچھلے دنوں ریاست پینانگ کے سپریم کورٹ کے فیصلے کے خلاف ریاستی شرعی عدالت میں اپیل دائر کر دی ہے۔ یاد رہے، ریاستی سپریم کورٹ نے ایک مسلمان خاتون کو دوبارہ بدھ مت میں داخل ہونے کی اجازت دے دی تھی۔

عبدالحکیم عثمان کا کہنا ہے کہ اس ضمن میں شریعت کے اصول واضح ہیں۔ اگر کوئی مسلمان مرتد ہوتا ہے، تو اُسے مارنے کا حکم ہے۔ اب شرعی عدالت میں اس معاملے پر مزید بحث ہوگی اور دیکھتے ہیں کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

امریکا میں اسلامو فوبیا میں کمی

امریکا میں کیرولینا سینٹر فار دی اسٹڈی آف دی مڈل ایسٹ اینڈ مسلم سول لائزیشن' دونوں مذاہب کے تقابلی جائزے اور ہم آہنگی پر تحقیق کرنے والا ایک اہم مرکز ہے۔ پچھلے دنوں سینٹر کے ڈائریکٹر کارل ارنسٹ نے یونیورسٹی کے طلبہ و طالبات اور محققوں کے سامنے ایک لیکچر دیا۔ انہوں نے اپنے لیکچر میں یہ خوش خبری سنائی کہ انہیں یہ مثبت اشارے ملے ہیں جن سے یہ ثابت ہے کہ امریکیوں پر سے "اسلاموفوبیا" کا بھوت اتر رہا ہے۔

کارل ارنسٹ کے مطابق اس تبدیلی کی بڑی وجہ یہ ہے کہ مسلمان اب پہلے سے زیادہ سرگرمی کے ساتھ غیر مسلموں سے تعلقات بڑھا رہے ہیں۔ ان کی سرگرمیوں کے باعث امریکیوں کے سامنے اسلام اور مسلمانوں کا حقیقی روپ آ رہا ہے جو امریکی قومی ذرائع ابلاغ کے دکھائے جانے والے روپ سے بہت مختلف ہے۔

انہوں نے اس امر کو نمایاں کیا کہ مغرب کے ذرائع ابلاغ نے عالمی واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا اپنا وتیرہ بنا لیا ہے۔ اب یہ مقامی ذرائع ابلاغ کی ذمے داری ہے کہ وہ اپنی کمیونٹی کا سچا چہرہ سامنے لائے۔

دریں اثنا ترکی کی وزارت مذہبی امور نے واشنگٹن میں ایک نیا اسلامی مرکز قائم کرنے کا اعلان کیا ہے۔ اس مرکز کے قیام کا مقصد امریکیوں کو اسلام اور ترکی سے زیادہ سے زیادہ متعارف کرانا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ امریکہ میں مزید مساجد تعمیر کی جائیں گی اور وہاں مذہبی امور سے وابستہ عملہ بھی بڑھایا جائے گا۔

آن لائن بلڈ بینک

چار سال پہلے ریاض میں مقیم ایک سعودی نوجوان خلف الغوری کا قریبی رشتے دار حادثے میں شدید زخمی ہو گیا۔ اُسے جب خون کی ضرورت پڑی، تو خلف ہسپتال کے بلڈ بینک پہنچے۔ وہاں انہیں خون دینے والوں کی طویل فہرست تھما دی گئی۔ چونکہ خون کا گروپ نایاب تھا، اسی لیے ڈونر تلاش کرنے میں اہل خانہ کو بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس اذیت ناک تجربے نے خلف کو مجبور کر دیا کہ خون حاصل کرنے کا کوئی آسان ذریعہ ہونا چاہیے۔

چونکہ خلف الغوری سافٹ ویئر انجینئر ہیں، لہٰذا ان کے ذہن میں خیال آیا کہ آن لائن بلڈ بینک قائم کرنا چاہیے...... ایسا بینک جس سے کسی بھی ملک کا ضرورت مند مستفید ہو سکے۔ یوں وہ بھائی چارے اور خدمت خلق کی عظیم الشان اسلامی روایات پر بھی عمل پیرا ہونا چاہتا تھا۔

خلف نے آخر تین دوستوں کی مدد سے صرف 6 ماہ بعد آن لائن بلڈ بینک کا افتتاح کر دیا۔ تب سے یہ بینک دنیا بھر میں ہزاروں مسلمانوں اور غیر مسلموں کو خون دے کر آڑے وقت میں ان کی مدد کر چکا ہے۔ اس بلڈ بینک کی ویب سائٹ کا پتا یہ ہے: Freeblood.com آپ بھی اپنا مکمل نام و پتہ بتا کر بحیثیت ڈونر یا مریض اس کے رکن بن سکتے ہیں۔ فی الحال پوری دنیا میں "15 ہزار لوگ" اس سے بحیثیت ڈونر وابستہ ہو چکے ہیں۔ اس آن لائن بلڈ بینک کا دنیا بھر میں ہسپتالوں اور بلڈ بینکوں سے رابطہ قائم ہے۔

دنیا کا طویل ترین پل

فرانس کی ایک تعمیراتی کمپنی ونسی کو دنیا کا طویل ترین پل بنانے کا ٹھیکہ مل گیا ہے۔ یہ پل دو اسلامی ممالک بحرین اور قطر کو ایک دوسرے سے ملائے گا۔ فی الحال دونوں ممالک کے شہری سعودی عرب کے ذریعے سفر کرتے ہیں۔ یہ سفر 5 گھنٹے میں طے ہوتا ہے۔ مگر پل کی تعمیر کے بعد یہ سفر صرف 30 منٹ کا رہ جائے گا۔ یہ پل چار برس کے عرصے میں تین ارب ڈالر کی لاگت سے تیار ہوگا۔

کیوبا میں پہلا اسلامی مرکز

لاطینی امریکہ کی اسلامی آرگنائزیشن کے سیکرٹری جنرل محمد یوسف حجر نے خوشخبری دی ہے کہ کیوبا کی حکومت ہوانا میں پہلے ملکی اسلامی مرکز کی تعمیر پر رضامند ہو گئی ہے۔ یاد رہے، کیوبا ایک کمیونسٹ ملک ہے اور یہاں صرف کیتھولک عیسائیوں کو مذہبی سرگرمیاں انجام دینے کی اجازت ہے۔ اب مسلمان بھی مختلف امور میں اسلامی مرکز سے مدد لے سکیں گے۔

محمد یوسف نے اخباری نمائندوں کو بتایا کہ اسلامی مرکز کے سلسلے میں پچھلے سال سے کیوبن حکومت سے گفت و شنید جاری تھی۔ انہوں نے یہ بھی خبر دی کہ اسلامی آرگنائزیشن کا سالانہ اجلاس 4 تا 7 جون وینزویلا میں ہوگا۔ اس میں لاطینی امریکہ میں مقیم مسلمانوں کے حالات کا جائزہ لیا جائے گا۔

بش کا دورۂ سعودی عرب

پچھلے دنوں امریکی صدر جارج بش نے سعودیہ کا دورہ کیا تاکہ سعودی حکومت پر دباؤ ڈال کر زیادہ سے زیادہ پٹرول نکلوا سکیں۔ واضح رہے کہ فی بیرل ڈالر 127 ڈالر تک پہنچ گیا ہے جس کے باعث امریکا میں لوگ چیخیں مارنے لگے ہیں۔ اب امریکا چاہتا ہے کہ سعودی عرب اپنے کنوؤں سے زیادہ پیٹرول نکالے تاکہ قیمت کم ہو سکے۔

مگر سوال یہ ہے کہ امریکا خود اپنے پٹرول کے کنوؤں سے یہ سیاہ ایندھن کیوں نہیں نکالتا۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ اس نے اپنی سیاہ دولت برے وقتوں کے لیے سنبھال کر رکھی ہوئی ہے۔ بہرحال سعودی حکومت نے بھی صدر بش کو یہ ٹکا سا جواب دے دیا کہ سپلائی ڈیمانڈ کے مطابق ہے۔ بہرحال سپلائی بڑھانے کی کوششیں کی جائیں گی۔

ترجمہ قرآن کریم کورس

(سمر کیمپ)

تعارف مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے شعبۂ تدریس کے زیراہتمام ایک خصوصی سمر کیمپ منعقد کیا جارہا ہے۔ جس میں اڑھائی ماہ کی قلیل مدت میں مکمل ترجمۂ قرآن (مع مختصر لغوی وتفسیری بیان) اور منتخب نصابِ حدیث کی تدریس ہوگی۔

اہلیت : رجوع الی القرآن کورس (پارٹ I) کی تکمیل یا عربی گرامر کے کسی شارٹ کورس میں شرکت۔

دورانیہ : مورخہ 16 جون تا 31 اگست 2008ء

اوقاتِ تدریس : صبح 8 بجے تا دوپہر 12 بجے

داخلہ ٹیسٹ : مورخہ 14 جون 2008ء صبح 10 بجے ہوگا۔

(رجوع الی القرآن کورس پاس کرنے والے حضرات داخلہ ٹیسٹ سے مستثنیٰ ہیں)

مقام : قرآن اکیڈمی 36 کے، ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 3-5869501

زیرانتظام: شعبۂ تدریس، مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور

email : irts@tanzeem.org